بیادگار: حضرت مولانا سید محمد ثانی حسنی رحمۃ اللہ علیہ

خواتین کا ترجمان

ماہنامہ

رضوان

لکھنؤ

جلد نمبر ۶۴

شمارہ نمبر ۱۲

دسمبر ۲۰۲۰ء

December 2020

ایڈیٹر

محمد حمزہ حسنی

مجلس ادارت

میمونہ حسنی — عائشہ حسنی

جعفر مسعود حسنی — محمود حسن حسنی

سالانہ زرتعاون

برائے ہندوستان : ۳۰۰/روپے

غیر ملکی ہوائی ڈاک : ۴۰/امریکی ڈالر

فی شمارہ : ۳۰/روپے

لائف ٹائم خریداری : ۸۰۰۰/روپے

نوٹ

خط وکتابت کرتے وقت اپنا خریداری نمبر اور مکمل صاف پتہ ضرور لکھیں، اگر مدت خریداری کے ختم ہونے کے وقت کی پرچی پتہ کی چٹ پر لگی ہو تو براہ کرم مدت خریداری ختم ہوتے ہی رقم ارسال فرمائیں۔ (منیجر)

ڈرافٹ پر RIZWAN MONTHLY لکھیں

زر تعاون اور خط وکتابت کا پتہ

ماہنامہ رضوان

۱۷۲/۵۴، محمد علی لین گوئن روڈ لکھنؤ

پن کوڈ: ۲۲۶۰۱۸ - موبائل: ۹۴۱۵۹۱۱۵۱۱

Rizwan (Monthly)

172/54, Mohammad Ali Lane

Gwynne Road Lucknow

Pin:226018- Mobile: 9415911511

ایڈیٹر، پرنٹر، پبلشر محمد حمزہ حسنی نے مولانا محمد ثانی حسنی ٹرسٹ کے لیے کاکوری آفسیٹ پریس میں چھپوا کر دفتر رضوان محمد علی لین سے شائع کیا

کمپوزنگ: ناشر کمپیوٹر، لکھنؤ۔ فون: 9792913331

E-Mail : azizpaltepuri@gmail.com

فہرست مضامین

- اپنی بہنوں سے ..... مدیر 5
- حدیث کی روشنی میں ..... امۃ اللہ تسنیم 6
- صحابیٔ رسول حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ..... مفتی محمد ظہیر صادق حسامی 8
- صبر، ایک بنیادی اخلاقی جوہر ..... مولانا محمد یوسف اصلاحی 11
- باہمی تعاون کی اہمیت ..... محمد اعظمی ندوی 12
- اے مسلمان! اتنی عربی سیکھ کہ قرآن پاک سمجھ سکے .... شفیق احمد ابن عبداللطیف آئی 17
- حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی تعلیمات اور پیغام .... مفتی محبوب شریف نظامی 21
- اسلام میں مرد وزن کا لباس ..... مفتی محمد ضیاء الحق فیض آبادی 23
- حیا نہیں ہے زمانے کی آنکھ میں باقی ..... حافظ مجاہد الاسلام عظیم آبادی 25
- جنگ خیبر، یہود کے تابوت میں آخری کیل ..... مولانا محمد جہان یعقوب 27
- بچوں کو آنکھوں کی ٹھنڈک بنائیں ..... ذکی نور عظیم ندوی، لکھنؤ 30
- ہر قوم اپنے معبود کے پیچھے جائے گی ..... اردو قالب: حافظ قمر حسن 33
- تکبر انسان کو ذلیل کرتا ہے ..... ظفر اللہ خاں 36
- قرآن کریم میں انسانیت کی ہدایت کا پیغام ..... ڈاکٹر محمد نجیب قاسمی سنبھلی 38
- سوال وجواب ..... مفتی راشد حسین ندوی 41
- آخری صفحہ ..... مولانا قمر الزماں ندوی 42

اپنی بہنوں سے

محیر

اسلام جوانسانی حقوق کا علمبردار ہے اور ظلم وستم کا سخت مخالف ہے اور وہ دنیا میں ایسا معاشرہ قائم کرنا چاہتا ہے جو محبت، ہمدردی، غمگساری پر مشتمل ہو جس میں ہر شخص اطمینان، سکون اور عافیت کے ساتھ زندگی گزارے اور ایک دوسرے کا خیال رکھے، ضرورت پڑنے پر مدد کرے اور ایک دوسرے کی تکلیف کو محسوس کرے۔

لیکن تماشا یہ ہے کہ آج وہ لوگ اسلام پر انسانی حقوق کا مخالف ہونے کا الزام لگا رہے ہیں جس کا معاشرہ ظلم وستم لوٹ کھسوٹ، حق تلفی اور ہر قسم کی غیر انسانی حرکتوں پر ہی مشتمل ہے ان کے نزدیک حقوق انسانی کا مطلب ہے ہر قسم کی آزادی، ڈاکہ زنی، چوری، کم تولنا، دھوکہ سے ہر قسم کا فائدہ اٹھانا، قتل وغارت گری، عورتوں کی آبروریزی، تعلیم وثقافت کے نام پر ہر قسم کی بے راہ روی، جائز اور ناجائز کی تفریق ختم کر دینا، جو جی چاہے وہ کرنا، خلاف فطرت اعمال میں مبتلا ہونا۔

آج مغربی ممالک اور جو ملک مغربی تہذیب وثقافت پر عمل کر رہے ہیں ان کا حال یہ ہے کہ نہ کسی کی جان محفوظ ہے نہ آبرو، مال ودولت کی حفاظت کرنا ممکن ہی نہیں جرم کرنا غلط نہیں سمجھا جاتا جرم کرنے پر سزا دینا انسانی حقوق کی خلاف ورزی ہے قاتل کو سزا دینا بے رحمی ہے عام انسان قتل کر دیا جائے تو کوئی فکر کی بات نہیں، کسی عورت کو بے آبرو کرنا عین تہذیب وثقافت سمجھی جاتی ہے اور آبرو کے دشمن کو سزا دینا دقیانوسی بات ہے، غریبوں کا خون چوس کر دولت جمع کرنا ہنر کی بات سمجھی جاتی ہے۔

عورتیں اگر باعصمت رہیں پردہ میں رہیں اپنے گھر اور بچوں کی دیکھ بھال کریں، اپنے جسم کو غیر مردوں اور عصمت وحیا کے لٹیروں سے محفوظ رکھیں تو یہ جہالت کی باتیں ہیں اور اسلام کا ظلم ہے جو وہ عورتوں پر ڈھا رہا ہے آج امریکہ پوری طاقت سے اسلام اور اسلامی تہذیب اور معاشرت کے خلاف مہم چلا رہا ہے۔ افغانستان اور دوسرے اسلامی ملکوں میں جہاں اسلام کی ہدایات پر عمل ہو رہا ہے امریکی پریس اور حکومت وپارلیمنٹ کے ممبران کھلی گالیاں بک رہے ہیں ان کے دلوں کے اندر اسلام اور اسلامی شریعت سے جو دشمنی بھری ہوئی ہے یہ اس کا اظہار ہے اور دوسری وجہ یہ ہے مغربی ممالک اور خاص کر امریکہ سے حیاو عصمت کا جنازہ نکل چکا ہے یہ ممالک آبرو باختہ ماؤں اور غیر شادی شدہ ماؤں سے بھر گئے ہیں اور ان کی پوری نسل ایسی ہو گئی ہے جس کے بارے میں کچھ پتہ نہیں ناک کٹی لومڑی کی طرح یہ چاہتے ہیں جیسے ان کی ناک کٹ گئی ہے سب کی ناک کٹ جائے اور مسلمانوں کا حیا، عصمت وعفت اور پاکبازی والا معاشرہ بھی گندگی، غلاظت، بے شرمی، بے حیائی میں آلودہ ہو کر اپنی اسلامی حمیت اور خداشناسی سے محروم ہو جائے اور اسلام کا دامن چھوڑ کر شیطان لعین کے پنجہ میں گرفتار ہو جائے۔

امۃ اللہ تسنیم

تہجد کے دن روزہ اور جمعہ کی رات کو تہجد کے ساتھ مخصوص کرنے کی ممانعت

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شب جمعہ کو دوسری راتوں کے مقابلہ میں تہجد کے ساتھ اور جمعہ کے دن کو روزہ کے ساتھ مخصوص نہ کرو۔ (مسلم)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جمعہ کے دن روزہ نہ رکھو ہاں ایک دن بعد یا ایک دن پہلے ملا کر رکھنے میں مضائقہ نہیں۔ (بخاری، مسلم)

حضرت محمد بن عبّاد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے جابر رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا جمعہ کے دن، روزہ رکھنے سے منع فرمایا ہے؟ کہا ہاں۔ (بخاری، مسلم)

حضرت ام المومنین جویریہ رضی اللہ عنہا بنت حارث سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن میرے گھر تشریف لائے اور میں روزہ سے تھی۔ آپ نے فرمایا کل روزہ سے تھیں میں نے عرض کیا نہیں، فرمایا کل رکھوگی، میں نے عرض کیا نہیں۔ فرمایا تو بس روزہ افطار کر ڈالو۔ (بخاری)

مسلسل روزہ رکھنے کی ممانعت: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ و حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلسل روزہ رکھنے سے منع فرمایا ہے۔ (بخاری، مسلم)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلسل روزہ رکھنے سے منع فرمایا ہے، لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ تو برابر روزے رکھتے ہیں، آپ نے فرمایا میں تمہارے جیسا نہیں ہوں مجھے کھلایا پلایا جاتا ہے۔ (بخاری، مسلم)

قبر پر بیٹھنے کی ممانعت: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی انگارے پر بیٹھے تو یہاں تک اس کا کپڑا جل کر بدن میں آگ لگ جائے یہ اس سے بہتر ہے کہ قبر پر بیٹھے۔ (مسلم)

پختہ قبر بنانے کی ممانعت: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پختہ قبر بنانے سے، اس پر بیٹھنے سے اور اس پر عمارت بنانے سے منع فرمایا ہے۔ (بخاری، مسلم)

غلام کے بھاگنے پر وعید: حضرت جریر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو غلام اپنے آقا سے بھاگ جائے تو وہ اسلام کی پناہ سے نکل گیا۔ (مسلم)

حضرت جریر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا غلام اپنے آقا سے بھاگ جائے اس کی نماز قبول نہ ہوگی۔ (مسلم)

ایک روایت میں ہے کہ وہ کافر ہو گیا۔

حدوں کے بارے میں سفارش کرنے کی تحریم: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ بنی مخزوم کی ایک عورت نے چوری کی، آبرودار عورت تھی، لوگوں کو بہت گراں گزرا کہ اس کی آبروریزی ہو، آپس میں مشورہ کرنے لگے کہ کون اس کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سفارش کرے۔ طے یہ پایا کہ اُسامہ بن زید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت محبوب ہیں وہی سفارش

کریں، ان کے سوا کوئی اس کی جرأت نہیں کرسکتا، چنانچہ لوگوں کے کہنے سے اسامہ رضی اللہ عنہ نے سفارش کی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم اللہ کی حدوں کے بارے میں سفارش کرتے ہو۔ پھر آپ خطبہ کے لئے کھڑے ہوگئے اور فرمایا اگلی امتیں اسی لئے ہلاک ہوئیں کہ جب ان میں کوئی شریف چوری کرتا تو اس کو بے سزا دیئے چھوڑ دیتے اور غریب چوری کرتا تو اس کو سزا دیتے تھے۔ مجھے قسم ہے اگر محمد کی بیٹی فاطمہ بھی چوری کرے تو میں اس کے ہاتھ کاٹوں گا۔ (بخاری، مسلم)

ایک روایت میں ہے کہ سفارش سن کر آپ کے چہرۂ مبارک کا رنگ بدل گیا اور فرمایا تم اللہ کی حدوں میں سفارش کرتے ہو۔ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ میرے لئے بخشش چاہئے۔ پھر آپ کے حکم سے اس کا ہاتھ کاٹا گیا۔

ٹھہرے ہوئے پانی میں پیشاب کرنے کی ممانعت: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے روکے ہوئے پانی میں پیشاب کرنے سے منع فرمایا ہے۔ (مسلم)

اولاد میں ایک کو ایک پر ترجیح دینے کی ممانعت: حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میرے باپ مجھ کو لے کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ میں نے اپنے اس بیٹے کو ایک غلام دیا ہے۔ آپ نے فرمایا کیا سب بیٹوں کو اسی طرح دیا ہے۔ عرض کیا نہیں، فرمایا تو پھر اس سے بھی واپس لے لو۔

ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم نے سب لڑکوں کو اسی طرح دیا ہے؟ عرض کیا نہیں۔ آپ نے فرمایا۔ اللہ سے ڈرو۔ اپنی اولاد کے بارے میں عدل کرو۔ پس میرے باپ نے اپنا دیا ہوا واپس لے لیا۔

ایک روایت میں ہے کہ مجھ کو ایسے ظلم پر گواہ مت کرو۔

ایک روایت میں ہے کہ میرے سوا کسی اور کو گواہ کرلو۔ پھر فرمایا تم چاہتے ہو کہ سب لڑکے تمہارے ساتھ بھلائی کریں؟ عرض کیا جی ہاں۔ فرمایا بس تو تم بھی ان کے ساتھ ایک معاملہ رکھو۔ (بخاری، مسلم)

میّت پر تین دن سے زیادہ سوگ کرنے کی ممانعت: حضرت زینب رضی اللہ عنہا ابوسلمہ سے روایت ہے کہ میں ام المومنین ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے یہاں ان کے باپ ابوسفیان رضی اللہ عنہ بن حرب کے انتقال کے بعد گئی تو میں نے دیکھا کہ انہوں نے زرد رنگ کی خوشبو لگائی اور اس میں سے کچھ ایک لڑکی کے لگایا اور کچھ اپنے رُخسار پر مل لیا اور کہا کہ واللہ مجھے خوشبو لگانے کی کچھ حاجت نہیں، لیکن میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ منبر پر کھڑے ہوکر فرمارہے تھے کہ جو عورت اللہ اور روز آخرت پر ایمان رکھتی ہو اس کو جائز نہیں کہ وہ میت پر تین دن سے زیادہ سوگ کرے۔ ہاں شوہر کے لئے چار مہینے دس دن ہیں۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ پھر میں ایک مرتبہ ام المومنین زینب رضی اللہ عنہا بنت جحش کے پاس ان کے بھائی کے انتقال کے بعد گئی انہوں نے خوشبو منگا کر اپنے بدن پر ملی اور کہا مجھے خوشبو کی کوئی حاجت نہیں مگر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آپ منبر پر فرمارہے تھے کہ جو عورت اللہ اور روز آخرت پر ایمان رکھتی ہے اس کو جائز نہیں کہ وہ کسی میت پر تین دن سے زیادہ سوگ کرے۔ سوائے خاوند کے اس کے لئے چار مہینے دس دن تک سوگ کرنا چاہئے۔ (بخاری، مسلم)

خوشبو واپس کرنے کی ممانعت: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کو خوشبودار پھول وغیرہ ہدیہ کیا جائے (یعنی یہ ایسا ہدیہ ہے جس کا کوئی بڑا احسان نہیں کہ اس کا بدلہ دینا مشکل ہے تو ایسی چیز کیوں روکی جائے) تو وہ اس کو واپس نہ کرے، اس لئے کہ ایک ہلکی پھلکی چیز ہے لیکن خوشبو اچھی ہے۔ (بخاری)

مفتی محمد ظہیر صادق حسامی

صحابیٔ رسول

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ

گندمی رنگ، کشادہ شانے، آبدار دانت، سامنے کے دو دانتوں کے درمیان خلاء زلف والے بال، زلفیں زرد خضاب سے سنوری ہوئی۔ داڑھی سرخ مہندی سے آراستہ (سیر اعلام النبلاء ۳/۵۱۸) سر پہ کلا عمامہ، گیرورنگ کے کپڑے میں ملبوس (طبقات ابن سعد: ۴/۳۳۳)

یہ وہ صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہیں جن کو آج دنیا عظیم المرتبت اور ایک بلند پایہ محدث وفقیہ کے نام سے جانتی اور یاد کرتی ہے۔

صحابی کا لفظ ایسا پرکشش اور دلکش لفظ ہے، جس کے سننے، بولنے اور لکھنے کے ساتھ ہی دل و دماغ ان کی عظمت شان، رفعت مقام اور شان بندگی کی طرف متوجہ ہوجاتا ہے، اور صحابی کا لفظ زباں پر آتے ہی دل ان کی محبت سے لبریز ہوجاتا ہے، اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ان کی وفاشعاری، اطاعت شعاری، ایثار وقربانی اور فداکاری کے قصص وواقعات سن کر اور پڑھ کر فخر محسوس ہوتا ہے اور ایمانی واسلامی قوت بیدار ہوتی ہے۔

صحابی کی تعریف کرتے ہوئے امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: **و من صحب النبی صلی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلم او رآہ من المسلمین فھو من اصحابہ۔** (بخاری: ۱/۵۱۵) مسلمانوں میں سے جس نے بھی حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت اختیار کی ہو یا فقط آپ کو دیکھا ہو، وہ شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا صحابی ہے۔

اور حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے صحابی کی اس طرح تعریف کی ہے جو بہت جامع ومانع اور اہل علم کے نزدیک مقبول اور راجح ہے: **وھو من لقی النبی صلی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلم مومناً بہ، و مات علی الاسلام، ولو تخلت ردۃ فی الاصح۔**

صحابی وہ ہے جس نے حالت ایمان میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کی ہو اور وہ اسلام پر ہی فوت ہوا ہو، اگرچہ درمیان میں مرتد ہوگیا تھا۔ (مگر وفات سے پہلے مسلمان ہوگیا)

علامہ ابن حجر رحمہ اللہ مذکورہ تعریف کی وضاحت میں لکھتے ہیں:

والمراد باللقاء ما ھو اعمّ: من المجالسۃ، والمماشاۃ، و وصول احدھما الی الآخر، و ان لم یکالمہ، و تدخل فیہ رؤیۃ احدھما الآخر، سواء کان ذلک بنفسہ او بغیرہ۔ (نزھۃ النظر بشرح نخبۃ الفکر: ص/۶۴) لقاء سے مراد (ایسی ملاقات) ہے جو باہم بیٹھنے، چلنے پھرنے اور دونوں میں سے ایک کے دوسرے تک پہنچنے اگرچہ اس سے مکالمہ بھی نہ کیا ہو، یہ مجلس اس لحاظ سے عام ہے (جس میں صرف کسی مسلمان کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچنا ہی کافی ہے) اور لقاء میں ہی ایک دوسرے کو بنفسہ یا بغیرہ دیکھنا داخل ہے۔

صحابیٔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کائنات کی اس عظیم اور بے مثال ہستی کا نام ہے جن کے علوم ومعارف سے انسانیت کے دل کی دنیا آباد وشاداب ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب بلکہ اصحاب صفہ میں سے ایک روشن نام حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا ہے، جن کی قدر واہمیت، ذکاوت وفطانت، حفظ حدیث وقرآن اور فقاہت پر دیگر صحابہ بھی رشک کرتے تھے، اور کبار صحابہ ان سے بہت محبت فرماتے اور ان کے بیان حدیث پر اپنی توجہات مرکوز کرتے تھے۔

ابو ھریرۃ نام کا سبب: "ہریرۃ" کے معنی (بلی) کے آتے ہیں، جس کے بارے میں حضرت ابو ہریرۃ خود فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے گھر کی بکریاں چرایا کرتا تھا، اور میرے پاس ایک بلی کا بچہ تھا، جسے رات کے وقت ایک درخت میں چھپا دیا کرتا

اور دن میں اس سے خوب کھیلتا تھا، لوگوں نے میری یہ کیفیت دیکھ کر مجھے ابو ہریرۃ کہنا شروع کردیا۔ (طبقات ابن سعد: ۴/۳۲۹)

لیکن علامہ ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ نے اس واقعہ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب منسوب کرتے ہوئے فرمایا کہ حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں ایک دن بلی کو آستین میں لے کر آرہا تھا، تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دیکھ کر مجھ سے فرمایا کہ یہ کیا ہے، تو میں نے عرض کیا یہ بلی ہے، تو اس وقت آپ نے فرمایا: اے ابو ہریرۃ! (الاستیعاب: ۴/۲۰۴) اس کے علاوہ کتابوں میں یہ بھی آتا ہے کہ حضرت ابو ہریرہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے (یاابابرّ) کہہ کر پکارتے اور لوگ ابو ہریرہ کہہ کر پکارتے۔ (بخاری، ح/۶۲۰۱)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ لوگوں سے کہتے کہ مجھے (ابوبرّ) کنیت سے بلاؤ! کیونکہ نرمادہ سے بہتر ہوتا ہے۔

(مستدرک حاکم، ح/۶۱۴۴)

چنانچہ اس واقعہ کے بعد سے آپ (ابو ہریرہ) نام سے اتنا مشہور ہوئے کہ آپ اسی نام سے پہچانے جانے لگے تا آنکہ یہ ہی آپ کا اصل نام بن گیا۔ آپ کے اصل نام کے متعلق محدثین، متقدمین اور متاخرین کے نزدیک کافی اختلاف رائے پایا جاتا ہے۔

ایک روایت میں آتا ہے کہ اسلام لانے سے پہلے آپ کا نام عبدالشمس (سورج کا بندہ) تھا اور کنیت ابوالاسود تھی، لیکن اسلام لانے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کا نام تبدیل کر کے عبداللہ رکھ دیا اور کنیت ابو ہریرہ رکھ دی۔ (سیر أعلام النبلاء۔ ۲:۵۷۸)

علامہ ابن عبدالبر فرماتے ہیں کہ زمانہ اسلام میں آپ کا نام (عبداللہ یا عبدالرحمٰن) تھا (الاستیعاب: ۴/۲۰۳) امام ابن خزیمہ نے بھی یہی فرمایا ہے (الاصبۃ: ۴/۲۰۳) البتہ امام بخاری، امام ترمذی اور امام ابن الجوزی (رحمہم اللہ) نے عبداللہ بن عمرو نام کو صحیح قرار دیا ہے (جامع ترمذی: ۱/۴) جب کہ امام المورخین محمد بن اسحاق، امام ابواحمد حاکم کبیر، حاکم، علامہ ذہبی اور ابن حجر (رحمہم اللہ) ان سب نے عبدالرحمٰن بن صخر نام کو راجح قرار دیا ہے۔ (المستدرک: ۳/۵۰۷)

ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ اسلام کے سایہ میں

یمن کا ایک مشہور قبیلہ (ازد) تھا، جس کی ایک شاخ قبیلہ دوس تھی اور اسی قبیلہ دوس سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا تعلق تھا، اسی وجہ سے آپ (دوسی) کہلاتے تھے۔ (طبقات خلیفہ بن خیاط، ص: ۱۱۴)

عرب میں بت پرستی بہت عام تھی اور خدا کے ساتھ کسی اور کو شریک ٹھہرانا اہل عرب کا مذہب وعقیدہ تھا، چنانچہ قبیلہ دوس کے لوگ بھی (ذوالخلصہ) نامی ایک بت کی پرستش کرتے تھے۔ (بخاری: ۲/۶۳۰)

قبیلہ دوس کے لوگوں میں حضرت طفیل بن عمرو دوسی رضی اللہ عنہ، بڑے معزز اور چنندہ لوگوں میں شمار ہوتے تھے اور ایک اچھے شاعر بھی تھے، جب آپ مکہ آئے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حالت نماز میں قرآن پڑھتے ہوئے پایا، تو آپ کلام الٰہی سے نہایت متاثر ہوئے، پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گھر گئے اور قرآن کی آیتیں سنی پھر مشرف بہ اسلام ہوئے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اپنے قبیلہ کی طرف داعی اسلام بنا کر بھیجا اور ساتھ میں دعا بھی فرمائی، چنانچہ حضرت طفیل بن عمرو دوسی کی دعوت وتبلیغ پر آپ کے والد اور آپ کی زوجہ محترمہ مشرف بہ اسلام ہوئے (طبقات ابن سعد: ۲/۲۳۹) اور قبیلہ کے لوگوں میں سے حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ بھی مسلمان ہوئے۔ (بخاری: ۲/۶۳۰) حضرت طفیل بن عمرو دوسی رضی اللہ عنہ کی دعوت اسلام پر ستر (۷۰) یا اسی (۸۰) سے زائد لوگ دولت اسلام سے مالا مال ہوئے، اور (۷ ہجری) میں غزوۂ خیبر کے موقع سے حضرت طفیل بن عمرو دوسی رضی اللہ عنہ اپنے قبیلہ کے مسلمانوں کو لے کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، جن میں حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے۔ (صفۃ الصفوۃ: ۱/۶۰۲) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار اور شرف دور کا آغاز ہوتا ہے جو اللہ نے پہلے سے ان کے لئے مقدر فرمادیا تھا، چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ خود اپنی زبان سے سناتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس غزوۂ خیبر کے موقع سے آیا، اس وقت میری عمر ۳۰ سال سے کچھ زائد تھی اور میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال تک ساتھ رہا اور آپ سے میرا اس قدر گہرا تعلق قائم ہوگیا کہ میں

آپ کے ساتھ ازواج مطہرات کے حجرے میں بھی چلا جاتا اور آپ کی مسلسل خدمت کرتا۔(الاصابہ:۴/۲۰۶)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہمیشہ آپ کے ساتھ رہنے کی کوشش کرتے، یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب بازار جاتے تو آپ ساتھ ہوتے (بخاری: ۲/۸۷۴) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی مریض کے پاس جاتے تو آپ ساتھ ہوتے (المستدرک:۱/۳۴۵) اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کے باغات میں تشریف لے جاتے تو آپ ساتھ ہوتے (مجمع الزوائد: ۱/۵۰) اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سفر میں جاتے تو آپ خادم بن کر ساتھ ہوتے (مجمع الزوائد:۱/۲۵۱) اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم اونٹنی پر سوار ہوتے تو آپ لگام تھامے کھڑے رہتے۔(المستدرک:۳/۵۱۱) ایک موقع پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے خاص تعلق اور غیر معمول محبت کا اس انداز میں اظہار کیا یارسول اللہ اذا رأیتک طابت نفسی و قرت عینی اے اللہ کے رسول جب میں آپ کے دیدار سے بہرہ مند ہوتا ہوں تو میرے دل کو بڑا سکون ملتا ہے اور میری آنکھیں ٹھنڈی ہوجاتی ہیں۔(بخاری:۴/۱۸۷۴)

حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو عشرہ مبشرہ میں سے ہیں، آپ بیان فرماتے ہیں کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا ہاتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک میں ہوتا، اور جہاں کہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے جاتے تو آپ کو بھی ساتھ لے جاتے۔ (الاستیعاب:۴/۳۰۶) آپ کے والد کا انتقال بچپن میں ہی ہوگیا تھا، اسی بنا پر آپ کی پرورش و پرداخت کا سلسلہ یتیمی کی حالت میں ملے ہوا۔

(طبقات ابن سعد:۴/۳۲۶)

آپ کی والدہ ماجدہ باحیات تھیں اور آپ کے ساتھ مدینہ منورہ آگئی تھیں، لیکن ابھی تک آپ کی والدہ نے اسلام قبول نہیں کیا تھا، آپ مسلسل اپنی والدہ کے اسلام لانے کے متعلق فکرمندی اور نہایت بے چینی کا اظہار بھی کیا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا دی:اللھم اھد ام ابی ھریرۃ۔ اس دعا کے طفیل اللہ نے آپ کی والدہ کو اسلام کی توفیق عطا فرمائی اور وہ مشرف بہ اسلام ہوگئیں۔(مسلم:۲/۳۰۱)

علم کی تڑپ :ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مال غنیمت تقسیم کررہے تھے، آپ نے ارشاد فرمایا: اے ابوہریرہ کیا تم اس مال غنیمت میں سے کچھ نہ مانگو گے؟ تو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا، مجھے مال وغیرہ کی قطعاً کوئی ضرورت نہیں ہے، بس آپ مجھے وہ علم سکھادیں جو اللہ نے آپ کو سکھایا ہے۔(حلیۃ الاولیاء:۱/۳۸۱)

کسب علم میں مشقت: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے حصول علم حدیث کے لئے اپنے آپ کو مدرسۂ صفہ میں وقف کردیا تھا، جس کے لئے بے شمار مشقتوں کو برداشت کیا یہاں تک کہ فاقہ کشی کی نوبت آگئی تو اس وقت بھی آپ کسب علم کے لئے جمے رہے۔ اپنی حالت زار خود اپنی زبانی بیان فرماتے ہیں کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے منبر اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرۂ مبارک کے درمیان شدت بھوک سے چکرا کر گر پڑتا تھا۔(بخاری:۲/۱۰۸۹) اور کبھی کبھی بھوک کی شدت کی وجہ سے اپنے جگر کو اور پیٹ کو چپکائے رکھتا تھا، اور بھوک کی وجہ سے اپنے پیٹ پر پتھر باندھ لیتا تھا۔

(بخاری:۲/۸۰۹)

آپ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ تین دن تک بھوکا تھا، زبان پر کوئی کھانے کی چیز نہیں رکھی تھی، اسی شدت بھوک میں صفہ جارہا تھا کہ چلتے چلتے گر پڑا، پھر مدرسہ صفہ تک پہنچا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات ہوئی تو آپ نے بھوک کے آثار دیکھ کر گھر سے ثرید منگوا کر کھلایا اور میں آسودہ ہوگیا۔

(فتح الباری:۱۱/۲۸۹)

خوش حالی کا دور: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی زندگی میں خوشحالی کا دور بھی آیا کہ جس میں آپ نے خوب دستار و فراخی دیکھی اور آپ نے اللہ کی طرف سے ملنے والی ساری نعمت غیر مترقبہ پر خوب شکر بھی ادا کیا، امام محمد بن سیرین فرماتے ہیں کہ ابوہریرہ نے ایک بار سوتی کے دو کپڑے گیرو رنگ کے رنگے ہوئے پہنے، جو اس زمانہ میں اعلیٰ قسم کا کپڑا سمجھا جاتا تھا، اور اسی کپڑے میں ناک صاف کی، تو کہنے لگے کہ واہ واہ! ابوہریرہ آج تو اتنا مالدار ہوگیا ہے کہ سوتی کے کپڑے میں ناک صاف کرتا ہے۔

(باقی.....صفحہ.....20.....پر)

مولانا محمد یوسف اصلاحی

صبر، ایک بنیادی اخلاقی جوہر

قرآن کریم میں صبر کا لفظ اپنے وسیع مفہوم کے مختلف پہلوؤں کی وضاحت کے لئے ایک سو دو مرتبہ آیا ہے اور صرف یہی نہیں کہ قرآن میں اس کو ایک اہم وصف کی حیثیت سے بیان کیا گیا ہے بلکہ انسانی کامیابی کے لئے جو اوصاف ناگزیر بتائے گئے ہیں ان میں ایک بنیادی وصف صبر ہے جو نہ صرف ایک وصف ہے بلکہ بہت سے اوصاف کا سرچشمہ بھی ہے۔

صبر دراصل ایک بنیادی اخلاقی جوہر ہے اس کے مظاہر انسانی زندگی میں مختلف ہیں اور انسانی سیرت و کردار میں صبر مختلف پہلوؤں سے نمایاں ہوتا ہے۔ کردار کے مختلف گوشوں میں صبر کا مظاہرہ ایک مستقل اخلاقی وصف قرار پاتا ہے اور اس اخلاقی وصف کا علم اخلاق میں مستقل نام ہے اور اسی مستقل نام سے اس کو جانا جاتا ہے، کردار کے مختلف پہلوؤں کے لحاظ سے یہ مستقل اوصاف سب درحقیقت صبر ہی کے مظاہر ہیں اور صبر ہی کی سرچشمے سے پھوٹنے والے سوتے ہیں۔

عفت: ایک شخص جب پیٹ اور شرمگاہ کے سلسلے میں اپنی خواہشات کو قابو میں رکھتا ہے، صرف حلال سے اپنی بھوک و پیاس مٹاتا ہے اور حرام سے قطعی اجتناب کرتا ہے، شہوانی جذبات میں حدود الٰہی کی پوری پوری پابندی کرتا ہے۔ نظر و خیال کو آوارگی سے بچانا اور جنسی بے راہ روی سے خود کو محفوظ رکھتا ہے تو اس مبارک اخلاقی کوشش سے نفس انسانی میں ایک مستقل اخلاقی وصف پیدا ہوتا ہے، اس اخلاقی وصف کو "عفت" کے نام سے یاد کیا جاتا ہے اور عفت و پاکدامنی مومن کی بنیادی صفت ہے۔ (ترجمہ: "اور یہ لوگ شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے ہوتے ہیں۔") عفت کی دراصل حقیقت یہ ہے کہ آدمی دل کی گہرائی سے یہ تسلیم کر کے اپنے آپ کو صرف حلال پر جمائے رکھتا ہے اور حرام سے سختی کے ساتھ بچاتا ہے کہ حرام و حلال کا اصل منبع رب ذوالجلال کا حکم ہے اور رب ذوالجلال کے حکم کے آگے سر تسلیم خم کرنا ہی ایمان ہے اس میدان میں خواہش نفس پر قابو رکھنا اور حرام سے بچنا صبر کا ایک مظہر اور بلند اخلاقی وصف ہے۔ علم اخلاق میں اس اخلاقی وصف اور مظہر صبر کو عفت کے پاکیزہ نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ محرمات اور منہیات سے بچانے والی صفت عفت ہے اور اس صفت کو پروان چڑھانا مومن کا محبوب فرض ہے اس لئے محرمات اور منہیات سے بچنا فرض ہے جب کہ مکروہات سے بچنا، مندوب اور پسندیدہ ہے۔

ضبط نفس: اللہ نے اپنے کسی بندے پر مال و دولت کے دروازے کھول دیئے ہیں، عیش و عشرت کے وسائل سے اسے مالا مال کر دیا ہے اور وہ خوشحال ہے مگر وہ برابر اپنے نفس کو قابو میں رکھتا ہے غلط راہ پر جانے سے نفس کو روکے رکھتا ہے اور خود کو حدود الٰہی کا پابند کئے رہتا ہے تو اس اخلاقی وصف کو "ضبط نفس" کہتے ہیں۔ ضبط نفس کی ضد بدمستی ہے۔ دراصل دولت ایک نشہ ہے اگر دولت کے نشے کے باوجود آدمی نفس کو لگام لگائے رکھتا ہے اور نفس کو بے راہ روی سے باز رکھتا ہے "رنگ رلیوں" اور عیاشیوں سے اپنا دامن بچائے رہتا ہے تو اس اخلاقی کیفیت کو ضبط نفس کے نام سے یاد کیا جاتا ہے اور ضبط نفس بھی صبر ہی کا ایک مظہر ہے۔

ضبط نفس کا بندھن اگر ٹوٹ جائے تو آدمی دولت کے نشے میں بدمست ہو جاتا ہے۔ وہ حدود الٰہی کو پامال کرتا ہے اور پھر وہ انسان نہیں حیوان بن جاتا ہے، دولت کی بدمستی اسے کسی اخلاقی حد کی پابند نہیں رہنے دیتی، اس کے برخلاف جب وہ دولت کو خدا کا عطیہ سمجھتا ہے، اس انعام کے بارے میں خدا کے یہاں اپنے کو جواب دہ محسوس کرتا ہے۔

(باقی.....صفحہ.....16.....پر)

باہمی تعاون کا مفہوم

تعاون عربی کے لفظ ''عون'' سے بنا ہے جس کے معنی مددگار کے ہیں، اس سے اعانت مدد کرنے کے معنی میں ہے اور اسی سے تعاون ہے جس کے معنی ایک دوسرے کی مدد کرنا ہے، شریعت میں بھی تعاون کے معنی یہی ہیں، لیکن شرط یہ ہے کہ یہ تعاون حق کے معاملہ میں ہو اور اللہ کی رضا کے لئے ہو، باطل کے معاملہ میں تعاون ظلم ہے، اس طرح اسلام میں تعاون کی اصطلاحی تعریف یہ ہوسکتی ہے کہ مسلمانوں کا کار خیر، اللہ کی اطاعت اور گناہوں سے اجتناب میں ایک دوسرے کی مدد کرنا۔

باہمی تعاون کے فوائد:

۱- بڑے سے بڑے کام باہمی تعاون سے انجام پاتے ہیں۔

۲- باہمی تعاون سے فرد کو قوت کا احساس ہوتا ہے اور وہ کسی کام کو مشکل نہیں سمجھتا۔

۳- باہمی تعاون دوسروں سے محبت کی دلیل ہے۔

۴- باہمی تعاون کے ذریعہ ہر قسم کے خطرات سے مقابلہ آسان ہوجاتا ہے۔

۵- باہمی تعاون ہر انسان کی ضرورت اور ایمان کی علامت ہے۔

۶- باہمی تعاون اسلامی اور انسانی اخوت کا تقاضا ہے۔

تعاون ایک معاشرتی ضرورت

علامہ ابن خلدون لکھتے ہیں: انسانی معاشرہ انسان کے جینے کے لئے ضروری ہے، حکماء اسی بات کو اس طرح کہتے ہیں کہ انسان فطری طور پر تمدن پسند ہے، یعنی اس کے لئے معاشرہ کا وجود ناگزیر ہے، اس کی وضاحت اس طرح ہوسکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا فرمایا ہے اور اس کا ڈھانچہ کچھ اس طرح بنایا ہے کہ اس کی زندگی اور اس کی بقا غذا پر موقوف ہے اور فطری طور پر غذا کو حاصل کرنے کی صلاحیت بھی اس میں ودیعت فرمادی ہے، لیکن صرف ایک شخص اپنی ضرورت کی غذا خود سے حاصل نہیں کرسکتا، بلکہ اس کو اپنے جیسے انسانوں کی ضرورت ہوتی ہے، یہی حال زندگی کی دوسری ضرورتوں کا ہے۔

باہمی تعاون کا بنیادی اصول اور اس کی وسعت

اسلام نے مختلف بنیادوں پر باہمی تعاون کی ترغیب دی ہے اور اس سلسلہ میں ایک اصول متعین کردیا ہے، قرآن مجید کی آیت ہے:

وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى، وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ۔ (المائدہ:۲) جو کام نیکی اور خدا ترسی کے ہیں ان میں سب سے تعاون کرو اور جو گناہ اور زیادتی کے کام ہیں ان میں کسی سے تعاون نہ کرو۔

یہ آیت واضح کرتی ہے کہ باہمی تعاون اللہ کا حکم ہے اور اس کی دو بنیادیں ہیں ایک ''برّ'' اور دوسری ''تقویٰ''، برّ کے معنیٰ نیکی، بھلائی اور ہر ایسا کام جس سے اللہ کے بندوں کو فائدہ پہنچتا ہو، ایک حدیث میں ہے، ''برّ'' خوش خلقی کا نام ہے۔

(مسلم: حدیث نمبر:۲۵۵۳)

اور تقویٰ کے معنیٰ ہیں ایسا کام جس سے اللہ کی خوشنودی اور رضا حاصل ہوتی ہو، اگرچہ راست طور پر اس کا تعلق حقوق العباد سے نہ ہو، اس حکم سے یہ بات خود بخود سمجھ میں آرہی تھی کہ ایسے کاموں میں تعاون اسلام کے منشاء کے خلاف ہے، جن سے اللہ کے بندوں کو نقصان پہنچتا ہے اور اللہ کو ناپسند ہو، لیکن تاکید اور مزید وضاحت کے لئے اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرمادیا کہ گناہ اور ظلم کے معاملہ میں کسی کا تعاون کرنا درست

نہیں، گناہ کے لئے ''الاثم'' کا لفظ استعمال ہوا ہے جس کی تعریف حدیث میں یہ کی گئی ہے کہ ''گناہ وہ ہے جو تمہارے دل میں کھٹکے اور تم یہ ناپسند کرو کہ لوگ تمہارے اس کام سے واقف ہوں۔'' (مسلم، حدیث نمبر:۲۵۵۳)

اور ''عدوان'' کے معنی دوسروں کی حق تلفی اور ظلم کے ہیں، جس طرح پہلے دونوں کاموں کا کرنا قابل تعریف ہے، ان میں دوسروں کا تعاون بھی شریعت کا حکم ہے، اس کے برخلاف دوسرے دونوں کا کرنا بھی ممنوع ہے، اور ان میں دوسروں کا تعاون بھی ناپسندیدہ اور قابل گرفت ہے، پہلی وحی کے بعد حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی تھی اور کہا تھا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو ہرگز رسوا نہیں کرے گا اور اس کے بعد اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چند اوصاف ذکر کئے تھے، تو ان میں ایک وصف یہ بھی ذکر کیا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حق کے معاملہ میں دوسروں کی مدد کرتے ہیں۔ (بخاری، حدیث نمبر:۶۹۸۲)

اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ تعاون کی اصل بنیاد نیکی، بھلائی اور حق وصداقت ہے۔

اس آیت نے باہمی تعاون کا ایک وسیع تصور پیش کیا ہے، اگر خیر کا کوئی کام ہو تو خواہ وہ کام سماجی ہو یا معاشی، مذہبی ہو یا سیاسی، مسلمانوں کے تعاون کا مستحق ہے، تعاون کی ضرورت مسلمانوں کو ہو یا عام انسانوں کو اپنوں کو ہو یا بیگانوں کو، تعاون کی ضرورت کسی انفرادی کام میں ہو یا اجتماعی کام میں۔

تعاون کے سلسلے میں یہ اصول بھی ذہن نشین رہنا چاہئے کہ شریعت میں جو حکم اصل کام کا ہے وہی اس میں تعاون کا ہے، اگر وہ کام واجب ہے تو اس میں تعاون بھی واجب ہوگا اور اگر وہ کام مستحب ہے تو تعاون بھی مستحب ہوگا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''خیر کی رہنمائی کرنے والا اس کار خیر کو انجام دینے والے کی طرح ہے۔'' (ابوداؤد، حدیث نمبر:۵۱۲۹)

اگر اس کام میں تعاون کرنے کی صلاحیت کئی لوگوں میں ہو تو ان سب پر مشترکہ طور پر تعاون واجب یا مستحب ہوگا اور اگر اس کام میں تعاون کرنے کی صلاحیت صرف ایک ہی شخص میں ہو تو صرف اسی پر تعاون واجب یا مستحب ہوگا، مثلاً کوئی شخص ڈوب رہا ہو تو اس ڈوبنے والے کی جان بچانا متعینہ طور پر اسی پر واجب ہے، ایک دوسری ضروری بات اس سلسلے میں یہ ہے کہ اگر دو لوگ بیک وقت آپ کے یکساں تعاون کے محتاج ہوں تو جس کا آپ پر زیادہ حق ہے، وہ آپ کے تعاون کا زیادہ مستحق ہے، مثلاً آپ کے والد بھی بیمار ہوں اور پڑوسی بھی اور آپ کے اندر کسی ایک ہی کے تعاون کی صلاحیت ہے تو ظاہر ہے کہ آپ پر اپنے والد کا تعاون پہلے ضروری ہے۔

ایمانی بنیاد پر تعاون

قرآن کریم میں ایمان والوں کو بھائی بھائی قرار دیا گیا ہے۔ (الحجرات:۱۰) اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایمان والوں کے اتحاد وتعاون کی مثال ایک جسم سے دی ہے کہ اگر اس کے کسی عضو میں بھی کوئی درد ہو تو پورا جسم بے خوابی اور بخار سے تڑپ اٹھے۔ (بخاری، حدیث نمبر: ۶۰۱۱) ایک اور حدیث میں آپ نے یہاں تک فرمایا: ''مومن مومن کے لئے ایک عمارت کی طرح ہے، اس کا ایک حصہ دوسرے حصہ کو مضبوط کرتا ہے۔'' (بخاری، حدیث نمبر:۴۸۱)

ایک حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''مسلمان مسلمان کا بھائی ہے، اس پر ظلم نہ کرے اور اس کو بے سہارا نہ چھوڑے، جو اپنے بھائی کی ضرورت پوری کرے گا اللہ تعالیٰ اس کی ضرورت پوری فرمائے گا، کسی مسلمان کی کسی مصیبت کو دور کرے گا اللہ تعالیٰ اس کے عوض قیامت کے دن کی مصیبتوں میں سے کسی مصیبت کو دور فرمادے گا، اور جو کسی مسلمان کے عیب پوشی کرے گا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی ستر پوشی فرمائیں گے۔''

(بخاری، حدیث نمبر:۲۴۴۲)

ان احادیث میں خصوصیت کے ساتھ مسلمانوں سے تعاون کا حکم دیا گیا ہے، یہ تو انفرادی تعاون ہے، مسلمانوں کے درمیان باہمی تعاون کی بہت سی اجتماعی شکلیں بھی ہیں، جیسے مسجد اور دینی اداروں کی تعمیر میں تعاون، جہاد کے لئے کسی مجاہد کا

تعاون، زکوٰۃ کے ذریعہ مخصوص مسلمانوں کا تعاون وغیرہ۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے تعمیری مسجد کی فضیلت کے لئے جو احادیث ذکر کی ہیں، ان پر یہ عنوان قائم کیا ہے۔ ''باب التعاون فی بناء المسجد'' (بخاری، باب نمبر:۶۳) مسجد نبوی کی تعمیر میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بہ نفس نفیس صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ حصہ لیا، اس سے پہلے حضرت اسماعیل علیہ السلام نے خانہ کعبہ کی تعمیر میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی مدد کی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس نے کسی غازی کو تیار کیا اس نے خود جہاد کیا۔'' (بخاری، حدیث نمبر: ۲۸۴۳)، غزوہ خندق میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے خندق کی کھدائی میں باہمی تعاون کا بے نظیر نمونہ پیش کیا یہاں تک کہ ان کو اپنے پیٹ پر پتھر باندھنے پڑے، اسلامی بنیاد پر ایک مسلمان کا سب سے بڑا تعاون تو یہ ہے کہ وہ دعوت دین کے کام میں حصے لے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْٓا اَنْصَارَ اللّٰهِ كَمَا قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ لِلْحَوَارِيّٖنَ مَنْ اَنْصَارِيْٓ اِلَى اللّٰهِ ۭ قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ فَاٰمَنَتْ طَّاۗىِٕفَةٌ مِّنْ بَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ وَكَفَرَتْ طَّاۗىِٕفَةٌ ۚ فَاَيَّدْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا عَلٰي عَدُوِّهِمْ فَاَصْبَحُوْا ظٰهِرِيْنَ۔

اے لوگو جو ایمان لائے ہو، اللہ کے مددگار بنو جس طرح عیسیٰ مریم علیہ السلام نے حواریوں کو خطاب کر کے کہا تھا ہم ہیں اللہ کے مددگار، اس وقت بنی اسرائیل کا ایک گروہ ایمان لایا اور دوسرے گروہ نے انکار کیا، پھر ہم نے ایمان لانے والوں کی ان کے دشمنوں کے مقابلے میں تائید کی اور وہی غالب ہو کر رہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی تھی کہ میرے بھائی ہارون کو میرا وزیر بنا دیجئے، اور ان کے ذریعہ میرے ہاتھوں کو مضبوط کر دیجئے اور ان کو میرے کاموں کا شریک کر دیجئے۔ (طٰہٰ:۲۹-۳۲)

صحابہ رضی اللہ عنہم حصول علم میں بھی ایک دوسرے کا تعاون کیا کرتے تھے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ''میں نے اپنے ایک انصاری پڑوسی سے یہ طے کر لیا تھا کہ ہم دونوں باری باری مجلس رسول میں حاضر ہوا کریں گے، چنانچہ ایک دن وہ جاتا، ایک دن میں جاتا، جب میں جاتا تو آ کر اس دن کی باتیں اس کو بتاتا، اور جب وہ جاتا تو وہ مجھے اس دن کی باتوں سے آگاہ کرتا۔'' (بخاری، حدیث نمبر: ۸۷) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے افضل ترین کاموں کا ذکر فرمایا تو اس میں ایک کام یہ بھی ذکر فرمایا کہ ''تم کسی ہنرمند کی مدد کر دو، یا بے ہنر کا کام کر دو۔'' (مسلم، حدیث نمبر:۸۴)

وقف اور زکوٰۃ کا اجتماعی نظام مسلمانوں کے باہمی تعاون کی ہی علامت ہے، مسلمانوں کے باہمی اجتماعی تعاون کا ایک نمونہ اسلام کا شورائی نظام بھی ہے۔

خانگی بنیاد پر تعاون

اسلام نے عام انسانوں اور عام مسلمانوں کے مقابلہ میں رشتہ داروں اور بالخصوص اپنے اہل خانہ کو خصوصی حقوق دینے کی تاکید کی ہے، اس کا تقاضا یہ ہے کہ ان کو تعاون میں بھی مقدم رکھا جائے، یہ تعاون جسمانی بھی ہو سکتا ہے اور مالی بھی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اشعری لوگوں کی تعریف فرمائی کہ ''جب کسی غزوہ میں ان کا زاد سفر ختم ہو جاتا ہے، یا مدینہ میں ان کا کھانا کم پڑ جاتا ہے تو جو کچھ ان کے پاس ہوتا ہے، اس کو ایک کپڑے میں جمع کرتے ہیں اور ایک برتن سے برابر برابر آپس میں تقسیم کرتے ہیں۔'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''وہ مجھ سے ہیں میں ان سے ہوں۔'' (بخاری، حدیث نمبر:۲۴۸۶)

قرآن مجید میں جگہ جگہ والدین اور رشتہ داروں کے خصوصی حقوق بیان کئے گئے ہیں، ان سے معلوم ہوتا ہے کہ رشتہ داروں کو تعاون میں فوقیت دینا چاہئے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر کے کاموں میں ہاتھ بٹاتے تھے، غلام بھی گھر میں رہتے ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے بارے میں بھی ہدایت فرمائی کہ ''ان کو زیادہ کام نہ دیا جائے، اور اگر تم ان کو زیادہ کاموں کا مکلف بناؤ تو ان کا تعاون کرو۔'' (مسلم: باب اطعام المملوک مما یاکل)

اسلام میں نفقہ اور وراثت وغیرہ کا نظام بھی اسی خانگی تعاون کا حصہ ہے۔

انسانی بنیاد پر تعاون

اللہ تعالیٰ نے انسان کو دوسری تمام مخلوقات پر فضیلت دی ہے، فرمایا ہے:

وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيٓ اٰدَمَ وَحَمَلْنٰهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ وَفَضَّلْنٰهُمْ عَلٰى كَثِيْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيْلًا۔

ہم نے یقیناً بنی آدم کو بزرگی دی اور انہیں خشکی وتری میں سواریاں عطا کیں اور ان کو پاکیزہ چیزوں سے رزق دیا اور اپنی بہت سی مخلوقات پر نمایاں فوقیت بخشی۔

اس لئے تعاون کی سب سے بڑی بنیاد انسانیت ہے، ظلم کسی پر بھی ہو وہ ہمارے تعاون کا مستحق ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اپنے بھائی کی مدد کرو وہ ظالم ہو یا مظلوم'' صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: اگر مظلوم ہو تو اس کی مدد کریں گے، ظالم کی مدد کیسے کریں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ظلم سے اس کا ہاتھ روک دو، یہی اس کی مدد ہے۔''

(بخاری، حدیث نمبر: ۲۴۴۳)

نبوت سے پہلے حجاز کے علاقہ میں کوئی باضابطہ حکومت نہ تھی، البتہ مختلف قبیلوں کے مخصوص طریقوں اور متعینہ دستور کے مطابق تحفظ ہوا کرتا تھا اور لوگوں کے باہمی تعلقات قائم رہتے تھے، اسی زمانہ میں مکہ میں ایک واقعہ پیش آیا کہ مکہ کے ایک شخص نے ایک بیرونی شخص کا حق ادا کرنے سے انکار کر دیا، چونکہ اس کا تعلق مکہ سے نہیں تھا اور مکہ میں اس کے قبیلہ کے افراد بھی نہ تھے، اس لئے ممکن نہ تھا کہ وہ طاقت کے زور پر اپنا حق حاصل کر سکے، اس اجنبی شخص نے صحن کعبہ میں مکہ کے لوگوں کے سامنے اپنے اوپر ہونے والے ظلم کا ذکر کیا اور ان کے ضمیر سے انصاف مانگا، اس موقع سے کچھ لوگ اس کی مدد کے لئے کھڑے ہو گئے، اور عبداللہ بن جدعان کے مکان پر اس کی نشست ہوئی، اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی شرکت کی اور اس طرح ''حلف الفضول'' نامی ایک معاہدہ ہوا جس کا مقصد انصاف کو قائم کرنا، ظلم کو روکنا اور ظالم کے خلاف مزاحمت کرنا تھا، یہ واقعہ نبوت سے پہلے کا تھا، لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کام اس قدر پسند آیا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اگر مجھے آج بھی اس کی طرف بلایا گیا تو میں اس پر لبیک کہوں گا۔'' (البدایۃ والنہایۃ: ۲/۲۹۱) یہ واقعہ مظلوم کی مدد کے لئے بھی دلیل فراہم کرتا ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خواہش کہ اگر اب بھی مجھے کسی ایسے معاہدہ کے لئے بلایا جائے تو میں اسے قبول کروں گا، اس بات کی دلیل ہے کہ انصاف پسند حکمرانوں کے ساتھ سیاسی تعاون بھی درست ہے، اگرچہ وہ مسلمان نہ ہوں، قرآن مجید میں متعدد مقامات پر ''منکر'' کو روکنے کا حکم دیا گیا، منکر میں تمام برائیاں شامل ہیں، اور یقیناً ظلم بھی اس میں داخل ہے اور ظلم کسی پر بھی ہو اسے روکنا اسلام کا حکم ہے، یہاں تک کہ انسانوں کے علاوہ اللہ کی دوسری مخلوقات پر بھی ظلم ہو تو وہ ممنوع ہے، اس کا روکنا اور روکنے میں تعاون کرنا ضروری ہے۔

اسی طرح انسانی بنیاد پر معاشی اور مالی تعاون بھی درست ہے، نبوت کے بعد بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوسفیان اور جبیر ابن مطعم کے ساتھ مضاربت کی ہے، مکہ میں شدید قحط پڑا، لوگ مردار وغیرہ کھانے پر مجبور ہو گئے، یہ زمانہ مسلمانوں اور مشرکین مکہ کے درمیان شدید اختلاف کا تھا، اس کے باوجود آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ میں قحط زدہ مشرکین کے لئے پانچ سو دینار بھیجے، اور یہ رقم آپ نے سرداران قریش ابوسفیان اور صفوان بن امیہ کو بھیجی جو مسلمانوں کی مخالفت میں پیش پیش تھے اور مشرکین کی قیادت کر رہے تھے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک بوڑھے کو دیکھا کہ وہ بھیک مانگ رہا ہے، جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کی وجہ معلوم کی تو اس نے کہا کہ وہ جزیہ ادا کرتا ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بیت المال سے اس کا وظیفہ مقرر فرمایا اور کہا کہ ہم نے تمہاری جوانی کو کھایا اور اب پھر ہم تم سے جزیہ وصول کریں، یہ انصاف کی بات نہیں۔

ام المومنین حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے اپنے یہودی رشتہ داروں کو تیس ہزار درہم تقسیم فرمائے، حضرت عبداللہ بن عمر

رضی اللہ عنہ کے گھر میں بکری ذبح ہوئی، انہوں نے پڑوسیوں کو بھیجنے کی ہدایت فرمائی، واپسی پر دریافت فرمایا کہ کیا یہودی پڑوسی کو بھی اس میں سے بھیجا گیا ہے، جب جواب: نہیں، ملا تو خاص طور پر ان کو بکرے کا گوشت بھیجا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے ایک مشرک بھائی کو تحفہ بھیجا۔

چنانچہ فقہاء کا اس پر بھی قریب قریب اتفاق ہے کہ نفلی صدقات غیر مسلموں کو دیا جاسکتا ہے، احناف کے نزدیک راجح یہ ہے کہ زکوۃ کے علاوہ دوسرے واجب صدقات بھی غیر مسلموں کو دیئے جاسکتے ہیں۔

باہمی تعاون میں تعاون حاصل کرنا بھی شامل ہے، علم جیسی مقدس شے میں اسلام نے کسی تعصب سے کام نہیں لیا اور علم وحکمت کو مومنین کی متاع گمشدہ قرار دیا (ترمذی، حدیث نمبر: ۲۶۸۷) چنانچہ جنگ بدر کے قیدیوں میں جو پڑھنے لکھنے سے واقف تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا فدیہ یہی مقرر کیا تھا کہ وہ دس مسلمان بچوں کو لکھنا پڑھنا سکھادیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کے سفر میں ایک مشرک عبداللہ بن اریقط کو اپنا رہبر بنایا اور اس سے تعاون حاصل کیا، اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ حق و انصاف کے کاموں میں انسانیت کی بنیاد پر تعاون حاصل کرنا درست ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عام حکم فرمایا:

"جس کے پاس زائد سواری ہو تو وہ اس کو دے دے جس کے پاس کوئی سواری نہ ہو اور جس کے پاس زائد توشہ سفر ہو وہ اس کو دے دے جس کے پاس توشہ نہ ہو۔" (ابوداؤد، حدیث نمبر: ۱۶۶۳)

کورونا وائرس اور لاک ڈاؤن کے پس منظر میں اس موضوع کی اہمیت اور بھی بڑھ جاتی ہے، ہم میں سے ہر شخص کی ذمہ داری ہے کہ اس مشکل گھڑی میں سماج کے تئیں اپنی خدمات اور تعاون پیش کریں، اللہ تعالیٰ ہماری مدد فرمائے۔

■■■

بقیہ..... صبر، ایک بنیادی اخلاقی جوہر

بندوں کے اور خدا کے مالی حقوق کشادہ دلی اور کشادہ ظرفی سے ادا کرتا ہے اور نفس پر خوف خدا کی گرفت مضبوط رکھتا ہے، تو اس کے اندر ایک اخلاقی وصف ابھرتا اور قوت پکڑتا جاتا ہے۔ اس اخلاقی وصف کو ضبط نفس کا نام دیا جاتا ہے اور یہ بھی صبر ہی کا ایک پہلو اور مظہر ہے۔ مومن وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے کسی کو ایذا نہ پہنچے، ایذا رسانی سے بچنا، فضیلت کا مقام ہے اور یہ مقام فضیلت ضبط نفس ہی کی بدولت حاصل ہوتا ہے۔

شجاعت: جنگ کے میدان میں جب آدمی پامردی، استقلال اور حوصلہ دکھاتا ہے، دشمن کے مقابلے میں مردانگی، جوانمردی اور سرفروشی کا مظاہرہ کرتا ہے تو اس اخلاقی وصف کو "شجاعت" کے دلکش نام سے یاد کرتے ہیں۔ شجاعت ایک بلند اخلاقی وصف ہے اور یہ بھی صبر ہی کا ایک مظہر ہے شجاعت کی ضد بزدلی، تھڑدلی اور دور ہمتی ہے جو بدترین اخلاقی برائی ہے جس کے برخلاف جب بندہ ان حقیر چیزوں سے اونچا اٹھ کر صرف رضائے الٰہی کو اپنا نصب العین بناتا ہے اور اس کے ماسوا ہر چیز کو اپنے مرتبے سے کم تر اور حقیر سمجھ کر ٹھکرا دیتا ہے تو اس میں شجاعت جیسی بلند صفت پیدا ہوتی ہے۔ وہ کسی چیز کی ہوس میں مبتلا نہیں ہوتا اور خوشی خوشی موت کا استقبال کرنے کے لئے تیار رہتا ہے، ایسے شخص کو شجاع، اور دلیر کہا جاتا ہے جب کہ صبر و استقلال کا ایسا مظاہرہ نہ کرسکنے والے کو بزدل، تھڑدلا اور پست ہمت کہتے ہیں۔

بلند حوصلگی: مصائب وآلام اور سنگین ترین حالات میں آدمی پہاڑ کی طرح جما رہے، جزع وفزع نہ کرے حوصلہ نہ توڑے، ہمت سے کام لے اور پرامید رہ کر حالات کا مقابلہ کرتا رہے تو اس کو بلند حوصلگی کہتے ہیں۔ بلند حوصلگی اہل عزیمت کا شیوہ ہے اور یہ اخلاقی وصف بھی صبر ہی کے ضمن سے پھوٹنے والا ایک اخلاقی سوتا ہے، تاریخ میں پائے جانے والے سارے کارنامے انہی لوگوں کے ہیں جن کے اندر بلند حوصلگی تھی تاریخ میں ان لوگوں کا کبھی کوئی کارنامہ نہیں رہا ہے جو حوصلے کی بلندی سے محروم ہیں۔

شفیق احمد ابن عبداللطیف آئی

اے مسلمان! اتنی عربی سیکھ کہ قرآن پاک سمجھ سکے

آج کا مسلمان مسلسل پستی کا شکار ہوتا جارہا ہے۔ ہمارے معاشرے میں رشتہ داروں اور پڑوسیوں کے ساتھ برا سلوک کرنے کے واقعات عام ہوگئے ہیں۔ ہمارا خرید وفروخت کا نظام تباہی کا شکار ہوتا جارہا ہے اور ہم آپس میں بھی اور غیر مسلموں کے ساتھ میں بھی صحیح لین دین نہیں کررہے ہیں۔ مسلمان محلوں میں ''اتی کرمن'' کی لعنت بہت عام دکھائی دیتی ہے جب کہ غیر مسلم محلوں میں یہ لعنت نہیں دکھائی دیتی ہے۔ ہر مسلمان دوسرے مسلمان سے شکوہ شکایت کرتا دکھائی دیتا ہے۔ ہر مسلمان ہمارے اعمال کا رونا روتا ہے لیکن اعمال سُدھارنے کی کوئی کوشش نہیں کررہا ہے۔ اصلاح معاشرہ کے پروگراموں کا انعقاد بھی باقاعدگی سے کیا جاتا ہے۔ اس کے باوجود مسلمان کا کردار صحیح نہیں ہو پارہا ہے۔ بہت سے علمائے کرام اور دانشوران نے یہ بھی بتایا کہ اِس کی سب سے بڑی وجہ ہماری قرآن پاک سے دُوری ہے۔

پریشانی کا حل قرآن پاک میں: آج کا ہر مسلمان جس پریشانی میں مبتلا ہے اس کا سب سے بہترین حل یہی ہے کہ ہر مسلمان قرآن پاک سے جُڑ جائے اور اُس کے مطابق زندگی گزارنے کی کوشش کرے۔ اس کے لئے اُسے قرآن پاک کو سمجھنا ہوگا اور یہ دیکھنا ہوگا کہ اللہ تعالیٰ ہم سے کیا فرمارہے ہیں؟ ہمیں کون سے اعمال کرنے کا حکم دے رہے ہیں اور کن اعمال سے منع کررہے ہیں؟ ہمارا کردار کیسا بنانا چاہتے ہیں؟ دنیا اور آخرت میں کامیابی حاصل کرنے کے لئے ہمیں کیا سکھا رہے ہیں؟ ہم پڑوسیوں، والدین، بھائی بہنوں، رشتہ داروں، محلے والوں، شہر والوں، ملک والوں، مسلمانوں اور غیر مسلموں کے ساتھ کیسا سلوک کریں؟ یہ بھی ہمیں قرآن پاک سے معلوم ہوگا۔ ہم اپنے معاشرے میں کس طرح ایک دوسرے کے کام آسکیں اور صالح معاشرے کی تشکیل کرسکیں؟ یہ بھی ہمیں قرآن پاک سے ہی معلوم ہوگا۔ غرض یہ کہ قرآن پاک میں ایک انسان کی انفرادی زندگی سے لے کر محلے کی اجتماعی زندگی، شہر کی اجتماعی زندگی، ملک کی اجتماعی زندگی بلکہ پوری دنیا کی اجتماعی زندگی کامیابی سے اور خوشحالی سے گزارنے کی مکمل ہدایات بیان ہوئی ہیں۔ اِن کے علاوہ بھی بہت سی اہم باتیں ہمیں قرآن پاک سے معلوم ہوگی۔ اِس طرح قرآن پاک میں ہماری دنیا اور آخرت کی ہر پریشانی کا حل موجود ہے۔

قرآن پاک سے کس طرح حل معلوم کریں: یہ تو ہمیں معلوم ہوگیا کہ ہماری ہر پریشانی کا حل قرآن پاک میں موجود ہے لیکن یہ نہیں معلوم کہ ہم اُس میں سے اپنی پریشانیوں کا حل کس طرح معلوم کریں؟ اس کے کئی طریقے ہیں۔ (۱) پہلا طریقہ یہ ہے کہ ہر مسلمان اپنے اپنے مسلک کے علمائے کرام میں سے کسی عالم کے پاس جائے اور اُن سے قرآن پاک سیکھنے اور سمجھنے کی کوشش کرے۔ (۲) اللہ کے فضل وکرم سے آج کل قرآن پاک کے لگ بھگ ہر زبان میں ہر مسلک کے علمائے کرام تراجم کررہے ہیں۔ ہر مسلمان اپنی زبان میں اپنے مسلک کے عالم کا کیا ہوا ترجمہ پڑھے اور قرآن پاک سمجھنے کی کوشش کرے۔ (۳) ہر مسلک کے علمائے کرام مسلسل ''درس قرآن'' کی مجالس منعقد کرتے رہے ہیں۔ اس لئے ہر مسلمان اپنے اپنے مسلک کی ''درس قرآن کی مجالس میں باقاعدگی سے شرکت کرے۔ (۴) ہر مسلمان اتنی عربی ضرور سیکھے کہ قرآن پاک کو سمجھ سکے کیونکہ جب وہ تلاوت کرنے بیٹھے گا اور تلاوت کرنے کے ساتھ ساتھ معنی سمجھتا بھی جائے گا تو اس کی سمجھ میں آئے گا کہ اللہ تعالیٰ اُس سے کیا فرمارہے ہیں؟ عذاب کی آیت پر اُسے خوف ہوگا، بشارت کی آیت پر اُسے

خوشی ہوگی اور اس کے ساتھ ساتھ اللہ کے احکام بھی سمجھ میں آئیں گے۔

ہم بغیر سمجھے تلاوت کرتے ہیں: اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم ہے کہ آج کل قرآن پاک کی زیادہ تر مسلمان تلاوت کررہے ہیں اور ماہ رمضان المبارک میں سماں ہی کچھ اور ہوجاتا ہے۔ مساجد میں اور گھروں میں تلاوت کا ایک سماں بندھا ہوتا ہے۔ بے شک تلاوت کرنے سے ہمیں ثواب ملتا ہے اور تلاوت کرتے وقت قرآن پاک ہمیں سمجھ میں آئے یا نہ آئے پھر بھی تلاوت ضرور کرنی چاہئے لیکن اِسی پر مطمئن نہیں ہوجانا چاہئے بلکہ ہمیں بغیر سمجھے تلاوت کرنے کے ساتھ ساتھ یہ کوشش بھی کرنی چاہئے کہ ہم قرآن پاک کو سمجھ سکیں۔ ہمیں قرآن پاک کی تلاوت مسلسل کرنا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ یہ کوشش بھی کرنی ہے کہ تلاوت کے دوران قرآن پاک سمجھتا بھی جائے۔ اس کے لئے ہر مسلمان اپنے اپنے مسلک کے علمائے کرام کی مجلس میں شریک ہوکر فائدہ اُٹھا سکتا ہے۔ اپنے مسلک کے عالم کا اپنی زبان میں کیا ہوا ترجمہ حاصل کرکے اُس کے ذریعے سمجھ سکتا ہے اور خود بھی عربی سیکھ کر تلاوت کے دوران قرآن پاک کو سمجھ سکتا ہے۔

ہم عربی صرف پڑھنا سیکھتے ہیں: اللہ کا شکر ہے کہ ہر مسلمان بچپن سے ہی عربی پڑھنا سیکھتا ہے اور بالغ ہونے سے پہلے ہی قرآن پاک ختم کرلیتا ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ قرآن پاک ختم کرنے کے باوجود وہ یہ نہیں جانتا کہ اِس قرآن میں بیان کی گئیں آیات کا مطلب کیا ہے؟ اِس کا مطلب یہ ہوا کہ ہم صرف عربی پڑھنا سیکھتے ہیں عربی زبان نہیں سیکھتے ہیں۔ آخر ایسا کیوں؟ ہمیں اسکول میں جب انگلش یا دوسری کوئی بھی زبان سکھائی جاتی ہے تو اُسے پڑھنے کے ساتھ ساتھ سمجھنا بھی سکھایا جاتا ہے۔ ہمیں انگلش الفاظ بتانے کے ساتھ ساتھ اُس کے معنی اور مفہوم بھی سکھائے جاتے ہیں اور عام بول چال، اُٹھنا، بیٹھنا، چلنا، دوڑنا وغیرہ کے انداز میں سکھائے جاتے ہیں تاکہ ہم آسانی سے اُس زبان کو سیکھ سکیں اور سمجھ سکیں۔ افسوس اس بات کا ہے کہ عربی زبان کو صرف پڑھنا سکھایا جاتا ہے۔ جس بچے نے قرآن پاک ختم کرلیا ہے، اُس نے عربی پڑھنا تو سیکھ لیا ہے لیکن اُسے عربی الفاظ کے معنی اور مفہوم نہیں معلوم ہوتے ہیں۔ جس طرح دوسری زبانوں کو سیکھنے اور سکھانے کے وقت پڑھنے کے ساتھ ساتھ سمجھنا بھی سکھایا جاتا ہے وہ کام عربی زبان کے ساتھ کیوں نہیں کیا جاتا؟ یہ سوالیہ نشان ہم مسلمانوں کے لئے عام طور سے اور ہمارے علمائے کرام کے لئے خاص طور سے "لمحہ فکریہ" ہے۔

عربی سیکھنے کے لئے کیا کریں: ہم قرآن پاک کی تلاوت تو فرفر کرلیتے ہیں یعنی عربی زبان پڑھ لیتے ہیں لیکن اُسے سمجھ نہیں پاتے ہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ عربی زبان سیکھنے کے لئے ہم کیا کریں؟ جو حضرات نوجوان، جوان، ادھیڑ اور بوڑھے ہوچکے ہیں۔ وہ حضرات اپنے اپنے مسلک کے علمائے کرام سے، اُن کے اپنی زبان کے تراجم سے قرآن پاک سمجھنے کی کوشش کریں اور ساتھ ہی اتنی عربی بھی ضرور سیکھنے کی کوشش کریں کہ تلاوت کے وقت قرآن پاک سمجھ میں آسکے۔ اس کے لئے ہر مسلک کے علمائے کرام اپنی مساجد میں "تعلیم بالغاں" کلاس جاری کرسکتے ہیں۔ آج کل "تعلیم بالغاں" کچھ مساجد میں چل رہی ہیں لیکن وہ بہت کم ہیں۔ ضروری ہے کہ ہر مسجد میں اس کا نظم ہو، تاکہ ہر مسلمان قرآن پاک کو سمجھ کر تلاوت کرسکے۔

بچپن میں انسان جو چیز یاد کرلیتا ہے یا سمجھ لیتا ہے تو وہ چیز اُسے زندگی بھر یاد رہتی ہے اور اُس چیز کے بارے میں دوبارہ سمجھنے کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی۔ اسی لئے ہمارے بزرگ ہمیں بچپن میں ہی قرآن پاک پڑھنا سکھاتے ہیں اور اسکول بھیجتے ہیں۔ علمائے کرام اور معلمین سے مؤدبانہ گزارش ہے کہ آپ حضرات بچوں کو عربی الفاظ سکھانے کے ساتھ ساتھ اُن کے اُردو معنی بھی یا جو بچے کی مادری زبان یا علاقائی زبان ہو اُس میں اُسے معنی بھی بتاتے جائیں۔ اس کے ساتھ ساتھ بچوں سے ہلکی پھلکی عربی بول چال بھی کرتے جائیں اور بچوں سے کہیں کہ وہ اپنے والدین اور بھائی بہنوں کے ساتھ بھی عربی بول چال کریں۔ مسلمان والدین سے بھی گزارش ہے کہ وہ اپنے گھروں میں اپنے اہل وعیال کے ساتھ عربی زبان بول چال میں استعمال کریں۔ اُردو زبان والوں کو تو بہت ہی آسانی ہے کیونکہ ہماری اُردو زبان میں لگ بھگ ساٹھ

فیصد 60% الفاظ عربی زبان کے ہیں۔

گرامر سیکھنا ضروری نہیں: جب ہم کسی زبان کو سیکھنے کے بارے میں سوچتے ہیں تو ہمارا پہلا خیال اُسی طرف جاتا ہے کہ ہمیں پہلے اُس زبان کا گرامر سیکھ لینا چاہئے۔ پھر جب ہم گرامر سیکھنا شروع کرتے ہیں تو اُسی میں زیادہ تر لوگ اٹک جاتے ہیں اور ہمت ہار دیتے ہیں اور بہت کم لوگ گرامر سمجھ کر اُس زبان کو بھی سمجھ لیتے ہیں۔ ہمیں عربی زبان سیکھنے کے لئے گرامر سیکھنے کی ضرورت نہیں ہے بلکہ عربی الفاظ معنی سیکھنے ہیں وہ بھی پورے نہیں ضرورت کے مطابق سیکھنے ہیں۔ اس کے لئے ہم سب سے پہلے اپنے گھروں میں، مدارس میں، مساجد میں اور معاشرے میں یعنی ہمارے دوست احباب وغیرہ کی مجلسوں میں آپس میں ہلکی پھلکی عربی بول چال شروع کریں۔ جب ہم ضروری چند الفاظ کے معنی سیکھ کر مسلسل عربی بول چال کو شروع کریں گے تو ایک دوسرے سے ہمیں باقی کے دوسرے ضروری الفاظ کے معنی اور یاد ہوتے جائیں گے اور ساتھ ہی معنی بھی سمجھ میں آتے جائیں گے۔ اس کی مثال ہمارے گھروں میں پیدا ہونے والے بچے ہیں۔ ہم اُن بچوں کو ہماری مادری زبان کی گرامر نہیں سکھاتے ہیں بلکہ اُس کے سامنے مسلسل ہماری مادری زبان کے الفاظ دہراتے رہتے ہیں اور ساتھ ہی اشاروں میں معنی بھی سمجھاتے جاتے ہیں اور اُس لفظ کی یا چیز کی پہچان بھی کراتے جاتے ہیں۔ ہماری مہینوں کی مسلسل کوشش کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ہمارا بچہ جب بولنے لگتا ہے تو بغیر الفاظ معنی سمجھائے ہماری مادری زبان بولنے لگتا ہے اور سمجھنے لگتا ہے۔ اِس کے ساتھ ساتھ وہ گرامر کا بھی بالکل صحیح استعمال کرتا ہے جب کہ وہ گرامر کے بارے میں کچھ بھی نہیں جانتا ہے۔

عربی سیکھنے کے بے شمار فوائد: عربی زبان سیکھنے کے بے شمار فوائد ہیں۔ ہمارا سب سے بڑا فائدہ تو یہ ہوگا کہ ہمارے رب اللہ تعالیٰ نے ہمیں دنیا میں زندگی گزارنے کے لئے اور آخرت میں کامیابی حاصل کرنے کے لئے جو کتاب قرآن پاک ہمیں عطا فرمائی ہے اُسے ہم سمجھنے لگیں گے۔ جس کی وجہ سے ہم اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے فرمانبردار بن جائیں گے اور ہمیں دنیا اور آخرت دونوں جگہ کامیابی حاصل ہوگی۔ دوسری بات یہ کہ ہم اپنے غیر مسلم بھائیوں کو بھی اللہ کا پیغام پہنچائیں گے۔ ابھی ہمیں خود یہ معلوم نہیں ہے کہ ہمارا اللہ اُس کی کتاب قرآن پاک میں ہم سے کیا فرمارہا ہے لیکن جب ہم اِس بات کو سمجھنے لگیں گے تو ہمارے اندر یہ جذبہ انشاء اللہ پیدا ہوگا کہ اتنی بہترین بات ہم صرف اپنے تک کیوں محدود رکھیں؟ بلکہ اس بات کو دوسروں تک پہنچائیں تاکہ وہ بھی اِس سے مستفید ہوسکیں۔ یہاں یہ بات اچھی طرح سے یاد رکھیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہم پر یہ ذمہ داری ڈالی ہے کہ ہم اللہ کے دین کو غیروں تک پہنچائیں۔ اگر ہم اس کام کو نہیں کریں گے تو قیامت کے دن ہمارے زمانے کے غیر مسلم ہمیں پکڑیں گے اور اللہ تعالیٰ بھی ہم سے اس بارے میں سوال کریں گے۔

سمجھنے کے بعد عمل کرنا آسان ہوتا ہے: آج ہم عربی زبان نہیں سمجھتے ہیں اور اس کی وجہ سے ہماری عبادات، وظائف اور تسبیحات میں ہمیں وہ لطف نہیں آتا جو آنا چاہئے۔ کیونکہ ہم صرف الفاظ پڑھتے ہیں وہ ہماری سمجھ میں ہی نہیں آتے ہیں۔ جب ہم عربی زبان سیکھ لیں تو نماز میں جو الفاظ ہم ادا کرتے ہیں اُن سب کے معنی ہمیں سمجھ میں آئیں گے تو ہمیں اندازہ ہوگا کہ ہم اللہ تعالیٰ سے کیا عرض کررہے ہیں۔ اس کا ثبوت ہمیں اُس وقت ملتا ہے جب مسجد میں امام صاحب دُعا مانگتے ہیں۔ جب تک امام صاحب عربی زبان میں دُعا مانگتے رہتے ہیں تب تک کچھ مخصوص لوگ دھیمی آواز میں "آمین" کہتے ہیں لیکن جیسے ہی امام صاحب اُردو میں دُعا مانگنا شروع کرتے ہیں تو لگ بھگ پوری مسجد میں موجود ہر شخص "آمین" کہتا ہے اور پوری مسجد گونج اُٹھتی ہے۔ اسی طرح جب ہمیں یہ سمجھ میں آئے گا کہ ہم اللہ تعالیٰ سے کیا بات کررہے ہیں تو ہمارے اندر خشوع وخضوع پیدا ہوگا اور نماز پڑھنے میں ہمیں اتنا لطف آئے گا کہ ہم خود ہی نماز کی طرف مائل ہوں گے اور پابندی کریں گے۔ جس طرح علمائے کرام ہمیں نماز میں بلانے کے لئے جہد مسلسل میں لگے رہتے ہیں اُس سے انہیں نجات ملے گی اور وہ اِس سے آگے کے بارے میں بھی غور وفکر کریں اور آگے کا لائحہ عمل طے کریں گے۔ اس کے علاوہ ہمیں وظائف اور

تسبیحات میں بھی لطف آنے لگے گا اور سب سے بڑا فائدہ یہ ہوگا کہ ہمیں قرآن پاک سمجھنے لگے گا اور ہم قرآن پاک کے مطابق زندگی گزارنے کی کوشش کریں گے۔ جب ہر مسلمان قرآن پاک کے مطابق زندگی گزارنے والا بن جائے گا تو معاشرے کی اصلاح خود بخود ہو جائے گی اور ایک "صالح معاشرہ" انشاء اللہ وجود میں آئے گا جس میں تمام مسلمان ایک جسم کی طرح ہوں گے اور مسلک سے اُوپر اُٹھ کر ایک دوسرے کے دکھ درد میں کام آئیں گے۔

مدارس میں عربی زبان : راقم الحروف نے اِس معاملے میں ایک مدرسے کے ناظم (ہیڈ ماسٹر) سے بات کی تو انہوں نے ایک ایسی بات کی طرف توجہ دلائی جو بہت ہی اہم ہے۔ انہوں نے کہا: "آج اگر ہم مسلمانوں کا سروے کریں تو ہمیں صرف دس 10% فیصد مسلمان ہی "عربی داں" نظر آئیں گے اور نوے 90% فیصد مسلمان عربی سے نابلد نظر آئیں گے۔" اس لئے تمام مسلک کے علمائے کرام سے مؤدبانہ گزارش ہے کہ وہ اپنے اپنے مسلک کے مدارس میں لگ بھگ ہر بچے کو عربی زبان سکھانے کا اور بول چال کا ضرور اہتمام کریں۔ یہ تمام علمائے کرام کا "امتِ مسلمہ" کی نئی نسل پر "احسان عظیم" ہوگا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ مدارس سے "معلم" اور "معلمات" یعنی عربی زبان کے ٹیچر نکلیں گے جو نئی نسل "ناظرہ" کے ساتھ ساتھ عربی زبان سکھائیں گے۔ اس کے ساتھ ساتھ بالغ حضرات بھی اُن سے مستفید ہو سکیں گے۔ اس کے لئے پورے ملک ہندوستان کے مسلمان دانشوران سے گزارش ہے کہ وہ اِس مسئلے پر اپنے اپنے علاقوں میں مل بیٹھ کر غور و فکر کریں اور اس کا حل نکالیں۔ تاکہ امت مسلمہ "قرآن پاک" کے مطابق زندگی گزارنے کے قابل ہو سکے۔

بقیہ..... صحابیِ رسول حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ

جب کہ ایک زمانہ ایسا تھا کہ شدت بھوک کی وجہ سے چکرا کر منبر رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور حجرۂ عائشہ رضی اللہ عنہا کے درمیان گر پڑتا تھا۔ (بخاری: ۲/۱۰۸۹)

مہمان نوازی : جب اللہ نے آپ کو نوازا اور اپنے فضل سے نعمتیں عطا کیں، تو آپ مہمان نوازی کی اعلیٰ صفات کے حامل بھی بنے اور دل کھول کر مہمان نوازی کرتے تھے۔

طفاوہ ایک (قبیلہ) تھا جس کے ایک بزرگ مدینہ میں حضرت ابو ہریرہ کے مہمان ہوئے، وہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے کسی کو مہمانوں کے معاملے میں ابو ہریرہ سے زیادہ چاق و چوبند اور خاطر مدارات کرنے والا نہیں پایا۔ (ابوداؤد، ح/۲۱۷۴)

عبادات کا اہتمام : اللہ رب العزت نے جہاں آپ کو بے شمار خصوصیات و امتیازات سے نوازا تھا، وہیں اللہ نے آپ کو عبادات اور طاعت و بندگی کی دولت ولذت سے بھی مالا مال فرمایا تھا، چنانچہ رات کے ایک حصہ میں آپ آرام فرماتے، دوسرے حصہ میں عبادت کرتے اور تیسرے حصہ میں احادیث مبارکہ یاد کرتے تھے (سنن دارمی: ۱/۸۲) اس کے علاوہ روزانہ بارہ ہزار مرتبہ توبہ و استغفار کرنے کا معمول تھا (حلیۃ الاولیاء: ۱/۳۸۳) اور ہر ماہ کے شروع میں نفلی تین روزہ رکھنے کا معمول بھی تھا، اس کے علاوہ پیر اور جمعرات کے دن بھی روزہ رکھنے کا معمول تھا۔ (سیر اعلام النبلاء: ۲/۶۱۰)

آخری وقت : جب آپ کا آخری وقت قریب آیا تو آپ بستر مرگ پر رو رہے تھے، اور رونے کی وجہ خود بیان کرتے ہیں کہ میں اس لئے رو رہا ہوں کہ سامنے ایک لمبا سفر ہے، لیکن اس کے لئے توشۂ آخرت بہت تھوڑا اور مختصر ہے، معلوم نہیں کہ میرا ٹھکانہ جنت ہے یا جہنم (صفۃ الصفوۃ: ۱/۶۹۴)

آپ کی تاریخ وفات کے متعلق اختلاف ہے، لیکن صحیح قول کے مطابق آپ کی وفات (۵۹ ہجری) میں ہوئی (الاصابہ: ۴/۲۰۶) اس وقت ولید بن عتبہ بن ابی سفیان مدینہ کے گورنر تھے، جنہوں نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی (الثقات لابن حبان، ص: ۱۹۱)

آپ کی نماز جنازہ میں حضرت ابو سعید خدری اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اور مروان بن حکم شریک تھے اور نماز جنازہ کے بعد آپ کو (جنت البقیع) میں دفن کیا گیا (طبقات ابن سعد: ۴/۳۴۰)

■■■

مفتی محبوب شریف نظامی

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات اور پیغام

عباسیہ بادشاہوں کا دور تھا لوگوں کی اخلاقی حالت بہت خراب ہوگئی تھی، بدعات وخرافات عام ہوگئی تھیں جب بگاڑ اپنی انتہا کو پہنچتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنی سنت کے مطابق ایسی ہستیوں کو مبعوث فرماتے ہیں جو اسلام میں درآمد خرابیاں دُور کرتے ہیں، ان ہی میں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا شمار ہوتا ہے۔

آپ کی ولادت ۲۹ رشعبان ۴۷۰ ہجری اور وفات ۱۱ ربیع الاول ۵۶۱ ہجری ہوئی۔ فن تاریخ گوئی سے کسی نے لفظ ''عشق'' سے ولادت اور ۵۶۱ ہجری وفات کی تاریخ نکالی ہے۔

آپ کا نام عبدالقادر لقب ''محی الدین'' پیرانِ پیر گیلان کے ہونے کی وجہ سے جیلان کہلائے۔

پدری ۱۴ واسطوں سے حسنی اور مادری ۱۱ واسطوں سے حسینی ہیں۔ والد کا نام ابوصالح موسیٰ جنگی دوست۔ والدہ کا نام اُمّ الخیر امۃ الجبار فاطمہ، ماں باپ کی شادی کا واقعہ بھی بڑا عجیب وغریب ہے۔ حضرت ابوصالح روزہ سے ہیں کسی نہر کے کنارے افطار کے لئے بیٹھے ہوئے ہیں نہر میں بہتے ہوئے سیب نظر آیا اُٹھالیا اور اُسی سے افطار کرلیا، مگر خیال آیا کہ میں نے بلا اجازت کھالیا ہو نہ ہو یہ کسی باغ کے کنارے نہر سے متصل درخت کا ہو، اس سے جھڑا ہوگا۔ اس کی مجھے معافی مانگنی چاہئے، نہر کے کنارے کنارے چلتے رہے آخر ایک باغ نظر آیا باغ کے کنارے نہر سے متصل سیب کا درخت جو سیبوں سے لدا ہوا تھا، اب یقین ہوگیا کہ اسی درخت سے جھڑا ہے، تلاش پر باغ کے مالک حضرت عبداللہ صُومعی ملے حضرت سے تفصیل بیان کی اور معافی مانگنے لگے، حضرت صومعی جان گئے کہ اس نوجوان میں کس قدر تقویٰ اور پرہیزگاری ہے اس کو اپنا داماد بنالینا چاہئے، حضرت صومعی نے معافی کے لئے ایک شرط رکھی تمہیں معافی اُسی صورت میں مل سکتی ہے تمہیں میری لڑکی سے شادی کرنی ہوگی۔ مگر یاد رکھو وہ لڑکی آنکھوں کی اندھی، کانوں کی بہری، اور پیروں کی لنگڑی ہے، سوچ میں پڑ گئے اس شرط کو منظور نہ کروں تو آخرت تباہ اگر منظور کرلوں یہ دوروزہ زندگی بہرحال گذر جائے گی چنانچہ آمادہ ہوگئے، شادی ہوگئی شب زفاف میں دیکھا کہ وہ لڑکی نہ آنکھوں کی اندھی ہے اور نہ کانوں سے بہری پیر بھی صحیح سلامت ہیں واپس آگئے فرمایا حضرت آپ نے جسمانی جو خرابیاں بتائی کوئی خرابی نظر نہیں آئی، کہیں غلطی تو نہیں ہوگئی میرا نکاح کسی دوسری لڑکی سے ہوگیا ہو، حضرت صومعی نے فرمایا غلطی نہیں ہوئی وہی تمہاری بیوی ہے پھر وہ وضاحت کی کہ میں اُسے آنکھوں کی اندھی اس واسطے کہا کہ اس نے بلوغ کے بعد کسی غیر محرم کو دیکھا نہیں، کانوں کی بہری اس لئے کہ اُس نے کانوں سے گانے بجانے اور حرام باتوں کو سنا نہیں، پیروں کی لنگڑی اس لئے بتایا کہ وہ گناہ کے مقام پر گئی نہیں جاؤ وہ تمہاری بیوی ہے یہ تھی اُم الخیر امۃ الجبار فاطمہ رحمہ اللہ اور ابوصالح کا حال یہ ہے کہ آخرت کی نجات کے لئے معذور و مجبور لڑکی سے شادی کے لئے آمادہ ہوگئے یہ الگ بات ہے کہ صومعی کی لڑکی خوبصورت حُور تھی ایسے ماں باپ سے پیدا ہونے والا بچہ ولایت کے اونچے مقام پر فائز ہوا، جن کی تعلیمات سے ایک دنیا فیضیاب ہوئی اور ہورہی ہے ان کی ابتدائی

تعلیم حفظ اور عالمیت اپنے وطن گیلان میں اور اعلیٰ تعلیم وطن سے ۳۰۰ میل دور بغداد میں ہوئی۔

آپ کی اولاد میں ۲۷ بیٹے اور ۲۲ بیٹیاں جملہ ۴۹۔ اساتذہ اور شیوخ میں مشہور حضرت حماد اور ابوسعید مخزومی ہیں۔ آپ سے بے شمار کرامتوں کا ظہور ہوا یاد رہے کہ ولایت کے ثبوت کے لئے کرامتوں کا صدور ضروری نہیں۔ آپ کا حق گوئی و بے باکی میں کوئی ثانی نہیں تھا، اس زمانے کے حکمرانوں میں کوئی منکر دیکھتے فوراً ٹوک دیتے منکر سے باز نہ آیا تو مقابلہ کی وارننگ دیتے، اللہ نے زبان میں ایسی تاثیر دی تھی کہ ستر ستر ہزار کے مجمع کو آپ کی آواز پہنچتی وعظ سن کر لوگ گناہوں سے توبہ کرتے ۵۰۰ یہودیوں کو اسلام کی سعادت حاصل ہوئی۔

اللہ نے آپ کو دولت سے بھی سرفراز فرمایا لیکن بے رغبتی کا یہ عالم کہ آپ کا تجارتی جہاز کے ڈوبنے کی اطلاع پر آپ نے الحمدللہ کہا پھر صحیح سلامت جہاز کے آمد کی اطلاع پر آپ نے الحمدللہ کہا۔ معتقدین کو تعجب ہوا ڈوبنے کی اطلاع پر اناللہ کے بجائے، الحمدللہ اور سلامتی سے واپسی کی اطلاع پر الحمدللہ، دوسرا الحمدللہ تو ہر ایک کو سمجھ میں آ گیا۔ پہلا الحمدللہ سمجھ میں نہیں آیا ڈوبنے کی اطلاع پر اناللہ کہنا چاہئے تھا آپ نے وضاحت کی کہ میں نے ڈوبنے کی اطلاع پر اپنا محاسبہ کیا کہیں میرے دل میں نقصان کا افسوس تو نہیں آیا "دیا وہ لیا وہ" افسوس کس بات کا، اس کیفیت پر میں نے الحمدللہ کہا یہ تھی حضرت پیران پیر کی دنیا سے بے رغبتی۔

اب چند فرمودات ملاحظہ فرمایئے:

☆ خدا کو چھوڑ کر جو دوسروں سے مانگتا ہے اس نے خدا کو پہچانا ہی نہیں۔

☆ مال کو رکھنا ہے تو ہاتھ میں رکھ دل میں نہ رکھ۔ کشتی کے چلنے کے لئے پانی ضروری ہے اگر پانی کشتی میں ڈوب جاتی ہے اس طرح دنیا دارالاسباب ہے، زندگی گزارنے کے لئے مال ضروری ہے۔ مگر مال کا پانی دل کی کشتی میں آجائے تو ایمان کی کشتی ڈوب جاتی ہے۔

☆ بنیاد میں کمزوری ہو تو عمارت کی مضبوطی کچھ فائدہ نہیں دیتی، بنیاد اگر مضبوط ہو تو عمارت کی کمزوری دور کرلی جاسکتی ہے۔

☆ ایمان دار کو ستانا کعبہ ڈھانے سے بڑھ کر ہے۔

☆ کامیاب وہ ہے جس کی مدد اللہ کرے ناکام و نامراد وہ ہے جس کی مدد اللہ نہ کرے۔

☆ چھوٹے پر حملہ کرنا، نامردی اور بڑے پر حملہ کرنا بے شرمی اور برابر والے پر بداخلاقی ہے۔

☆ بُت پرستی ہی شرک نہیں نفس پرستی بھی شرک ہے۔

☆ تسلیم و رضا کی کیفیت ایسی ہو جیسے غسال کے ہاتھ مردہ۔ دایا کے ہاتھ میں بچہ، کھلاڑی کے ہاتھ میں گیند۔

☆ مومن کی میراث اوامر کی پابندی نواہی سے اجتناب اور تقدیر پر راضی رہنا ہے۔

☆ سنت کی پیروی کرو بدعت سے بچو اللہ کی ذات وصفات حقوق و اختیارات میں کسی کو شریک نہ کرو۔

آپ کا بڑا کارنامہ: احیائے دین و اقامت دین ہے اسی وجہ آپ کا نام "محی الدین" ہوا، آپ اپنے ہر وعظ سے پہلے **ھو اللذی ارسلہ.....** (۲۸ سورہ فتح) وہ اللہ ہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق دے کر بھیجا تاکہ وہ اس دین کو تمام دینوں پر غالب کردے اس کے مقصد حیات زندگی کا نصب العین ہونے پر اللہ کی گواہی کافی ہے۔

پیغام: لوگو! اسلام رو رہا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کی دیواریں گر رہی ہیں جو گر گیا اُسے بنادیں جو ڈھا گیا ہے اس کی مرمت کردیں لوگو میری باتیں تمہیں سخت معلوم ہو رہی ہیں میرے سخت کلام سے دور نہ بھاگو۔ ضرورت ہے ہم اس پیغام کو عام کریں۔

○○○

مفتی محمد ضیاء الحق فیض آبادی

اسلام میں مرد وزن کا لباس

اسلام نے مرد وعورت کے مابین لباس اور پردہ کے بارے میں ایک خاص دائرہ متعین کر دیا ہے کہ عورت کا جسم سر سے پاؤں تک قابل ستر ہے جس کا چھپانا ضروری ہے سوائے چہرہ اور کلائیوں تک ہاتھوں اور ٹخنے سے نیچے تک پاوں کے۔ ان کا چھپانا فرض نہیں لہٰذا اس کا لباس ایسا ہونا چاہئے کہ جو سر سے پاؤں تک ڈھکا رکھے۔ اور کبھی ضرورت کے پیش نظر گھر سے باہر جائے تو اس پر آشوب دور میں چہرہ پر ضرور نقاب ڈال لے۔

مرد کو ناف سے گھٹنے تک کا جسم ڈھکنا فرض ہے اگر نماز میں کھلا رہا تو نماز نہ ہوگی۔ نماز کے علاوہ بھی کھولنے کی اجازت نہیں۔

اللہ پاک نے قرآن مقدس میں ارشاد فرمایا، اے لوگوں اپنے اعضا کو چھپاؤ، اللہ عزوجل نے اپنی مخلوقات کو الگ الگ کاموں کے لئے بنایا ہے اور جس مخلوق کو جس کام کے لئے منتخب فرمایا، اس کا اسی کے مطابق مزاج بھی بنایا، دنیا کی ہر چیز سے قدرتی کام لینا چاہیے۔ جو خلاف فطرت کام لے گا وہ خرابی میں پڑے گا۔ کیونکہ ترتیب کے مطابق کام بجا لانا کام کے ساتھ انصاف ہے اور ترتیب کے خلاف انجام دینا ظلم اور انسانیت کے برخلاف ہے اس لیے ہر شئے کا ایک محل ہوتا ہے اور اس شئے کو اس کے محل میں ہی استعمال کرنا اس شئے کا تقاضا ہوا کرتا ہے ورنہ شئے پر ظلم ہے۔

مثال کے طور پر گلاس پانی پینے کے لئے اور اگلدان تھوکنے کے لئے ہے۔ جو کوئی اگلدان میں پانی پیے اور گلاس میں تھوکے تو وہ جاہل کے ساتھ ساتھ پاگل بھی کہلائے گا اس لیے اس نے خلاف وضع کام کیا۔

ٹھیک اسی طرح انسان کے دو گروپ ہیں ایک مرد کا دوسرا عورت کا۔

اللہ عزوجل نے عورت کو گھریلو امور سنبھالنے کے لئے بنایا اور مرد کو باہر کا کام کرنے کے لئے بنایا اس بارے میں ایک دانشمند کا قول ہے کہ پچاس عورت کی کمائی میں وہ برکت نہیں جو ایک مرد کی کمائی میں ہے۔

یہی تو وجہ ہے کہ شریعت نے بیوی کا خرچ شوہر کے ذمہ رکھا اور بیوی کے ذمہ شوہر کا خرچ نہیں۔ کیونکہ عورت کمانے کے لئے نہیں بنی ہے۔ اس لئے عورت کو وہ چیزیں دیں جو اس کو گھر میں بیٹھنا پڑے اور مردوں کو اس لیے آزاد رکھا کہ وہ باہر کمائیں۔

مثال کے طور پر عورت کا بچہ جننا، بچوں کو دودھ پلانا وغیرہ اس لیے بچپن سے ہی لڑکوں کو بھاگ دوڑ اچھل کود پسند ہیں اور لڑکیوں کو قدرتی طور پر وہ چیزیں پسند ہیں جس میں اس کو دوڑنا نہ پڑے۔

اللہ عزوجل نے عام مسلمانوں کو حکم دیا "اے مسلمانوں جب تم نبی کی بیویوں سے مانگو تو پردے کے پیچھے سے مانگو۔"

مسلمانوں دیکھا آپ نے بیویوں کو ادھر گھروں میں روک دیا اور مسلمانوں کو پردے سے مانگنے کا طریقہ سکھایا۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں عورتیں مسجد میں نماز کی جماعت میں شریک ہوتی تھیں۔ اس لیے یہ حکم تھا کیونکہ اس وقت ابتدائے اسلام کا دور تھا۔ مگر پھر بھی عورتوں کے لئے نکلنے میں پابندیاں عائد کر دی گئی تھیں کہ خوشبو لگا کر نہ نکلیں بیچ راستہ غیر سے بات نہ کریں فجر کی نماز اس قدر اندھیرے میں پڑھی جاتی کہ عورتیں پڑھ کر نکل جائیں اور کوئی پہچان نہ سکے عورتیں مردوں کے بالکل پیچھے کھڑی ہوتی تھیں لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت کے زمانہ میں عورتوں کو مسجدوں میں آنے اور عید گاہ میں جانے سے روک دیا۔ عورتوں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے شکایت کی ہم کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مسجد میں جانے سے روک دیا تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ اگر حضور صلی علیہ وسلم بھی اس زمانہ کو دیکھتے تو عورتوں کو

مسجدوں سے روک دیتے۔

(ردالمحتار کتاب الصلوٰۃ)

مذکورہ بالا عبارت سے معلوم ہوا کہ وہ خیر و برکت کا زمانہ تھا اور یہ شر و فساد کا ہے۔ جب اس وقت عورتوں کو پردہ کرایا گیا تو کیا یہ وقت اس وقت سے اچھا ہے؟ اس لیے راقم الحروف نے دور جدید کے تقاضوں کو نگاہ میں رکھتے ہوئے قران و حدیث کی روشنی میں پردہ کی شرعی حیثیت کو اختصار ا بیان کیا۔

اقوال فقہاء

فقہاء کرام فرماتے ہیں فتاوی شامی میں ہے عورت کے سر سے نکلے ہوئے بال اور پاؤں کے کٹے ہوئے ناخن بھی نہ دیکھے۔

عورت پر جمعہ کی نماز فرض نہیں کیوں؟ اس لیے کہ اس نماز کے لئے جماعت شرط ہے اور یہ مسجدوں میں ہوتی ہے اور عورت کو بلاضرورت گھر سے نکلنے کی اجازت نہیں۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے نصیحت فرمائی تھی مجھے رات میں دفن کرنا، کیوں؟ اس لیے کہ اگر دن میں دفن کیا گیا تو کم از کم دفن کرنے والوں کو میرے جسم کا اندازہ ہو جائے گا یہ بھی منظور نہیں۔ یہاں تک کہ پردہ کی وجہ سے شریعت نے بہت سے حکم عورتوں سے اٹھا لیے۔

مسلمانو، ذرا غور کرو کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بیان کہ دن میں مجھے دفن نہ کیا جائے تا کہ میرے جسم کا اندازہ نہ ہو سکے۔ اور دور حاضر کی فیشن زدہ عورتوں کو دیکھیں کہ یہ جب برقعہ پہنتی ہیں تو نقاب ایسا چست ہوتا ہے کہ اس کے پورے جسم کا اندازہ ہو جاتا ہے۔ یہاں تک کہ اعضا کے سائز کا پتہ چل جاتا ہے۔ شریعت کی طرف سے پردہ یا برقعہ کا حکم اس لیے نافذ ہوا تا کہ عورتیں اپنے جسم کو چھپائیں لیکن یہ عورتیں جسم کیا چھپائیں گی یہ عورتیں تو برقعہ کے ذریعے اپنے بدن کو ظاہر کرتی ہیں۔ آج کی عورتوں کا یہ حال ہے کہ ان کے برقعہ پر ایک برقعہ چاہئے اللہ رحم فرمائے ان بے حیا اور بے غیرت عورتوں پر ذرا سوچئے، جب عورتوں کو مسجدوں میں جانے کی اجازت نہیں، قبرستان جانے کی اجازت نہیں، عید کی نماز کے لیے عیدگاہ جانے کی اجازت نہیں، تو بازار، کالج، کمپنی، جانے کی کیوں کر اجازت ہوگی یہ سب کیا مسجدوں اور عیدگاہوں سے بڑھ کر ہیں۔

دور رواں میں جہاں کہیں بھی دیکھیے مسلم معاشرہ مغربی تہذیب و تمدن کو اپنی زندگی میں اپنا کر فخر محسوس کرتا ہے۔ عورتیں مرد کا لباس پہن کر گھومتی ہیں۔ دیکھنے کے بعد کوئی امتیاز نہیں ہوتا کہ مرد ہے یا عورت، کوئی فرق نہیں ہے کہ عائشہ ہے یا، زید؟ ہمارے معاشرے کا یہ حال ہے۔ والدین اپنی جوان بیٹی کی کمائی کھانے کے لئے بلاحجاب اپنی بیٹی کو کمپنیوں میں ملازمت کے لئے بھیجتے ہیں۔ عمر ہونے کے بعد بھی اس لڑکی کی شادی نہیں کرتے۔ والدین کو اس بات کا علم ہے کی میری بیٹی بدفعلی میں ملوث ہے۔ ذرا بتایئے قیامت کے دن ایسے والدین اور بیٹی کا حشر کیا ہوگا۔

اللہ رحم فرمائے، فیشن کی دنیا میں مرد و عورت کے لباس دو طرح کے ہیں۔

ایک وہ چست اور دوسرا وہ لباس جو بالکل چھوٹا، جگہ جگہ کٹا ہوا جس سے بدن کا اکثر حصہ صاف طور پر نظر آتا ہے۔ اس پرفتن دور میں مرد و عورت دونوں کا لباس ایک ہے کوئی حد امتیاز نہیں دونوں لباس کے اعتبار سے ایک دوسرے سے مشابہ ہیں۔

حدیث شریف میں ہے۔ ''اللہ کی لعنت ہے ایسے مردوں پر جو عورتوں سے مشابہت رکھیں اور ایسی عورتوں پر جو مردوں سے مشابہت پیدا کریں۔''

دل کی پکار ہے کہ مسلمانو! جرم ہمیشہ سے ہوتے رہے ہیں جیسا کہ لوگ چوری کرتے ہیں اور شراب بھی پیتے ہیں، زنا بھی کرتے ہیں، غیبت بھی کرتے ہیں، بس اسی طرح اگر تم کو جرائم کا شوق ہے تو تم جانو اور تمہارا عمل جانے۔ مگر خدا کے واسطے قانون الٰہی کو نہ بدلو اور جرائم کو خدا کے قانون میں داخل نہ کرو، بلکہ جرم کو جرم اور گناہ کو گناہ جانو۔ دوسرے کو بے دینی کی دعوت نہ دو۔ اور قانون الٰہی کی تحریف کر کے اپنے جرائم کو قانون الٰہی میں داخل کر کے تم مسلمان ہرگز نہیں رہ سکتے کیوں کہ یہ ایک جرم عظیم ہے۔ عورتوں کا بے پردہ رہنا ایک جرم اور گناہ عظیم ہے۔

اللہ عزوجل سے دعا ہے کہ مولی تمام مسلمان کو صراط مستقیم پر چلنے کی توفیق عطا فرما امین یارب العالمین۔

○○○

حافظ مجاہد الاسلام عظیم آبادی

حیا نہیں ہے زمانے کی آنکھ میں باقی

موبائل اور انٹرنیٹ دورِ جدید کی دو ایسی ایجادات ہیں جنھوں نے ساری دنیا میں اطلاعات اور معلومات تک رسائی کا وہ انقلاب برپا کیا ہے جس کی کوئی مثال اور نظیر نہیں ملتی۔ موجودہ دور میں انٹرنیٹ ضرورت انسانی بن چکا نوجوانوں میں بڑھتی ہوئی بے چینی اور بے راہ روی کا سبب انٹرنیٹ کے بیجا استعمال کو بتایا جاتا ہے، انٹرنیٹ اور موبائل اس دور کی سب سے خطرناک ایجادات ہیں، اس کی مثال اس نشتر کی سی ہے جو اگر کسی ماہر سرجن کے ہاتھ میں ہو تو وہ شفایابی اور فلاح کی علامت ہے، لیکن اگر یہی نشتر کسی چور اور ڈاکو کے ہاتھ میں ہو تو اس سے فلاح کی امید نہیں بلکہ نقصان کا اندیشہ بڑھ جاتا ہے۔ موبائل اور انٹرنیٹ کے باعث نوجوانوں کے اوقات ثمینہ اور ان کی صلاحیتیں ضائع اور برباد ہو رہی ہیں۔ موبائل اور انٹرنیٹ کا مثبت اور تعمیری استعمال بلاشبہ مفید اور وقت کی ضرورت ہے، لیکن اس کے غلط اور منفی استعمال کو کسی بھی طور پر جائز قرار نہیں دیا جا سکتا۔

آج نوجوانوں کے پاس نماز کا وقت نہیں، لیکن پوری رات انٹرنیٹ پر چیٹنگ (Chatting)، فضول اور عشقیہ SMS کرنے میں انھیں کمال حاصل ہوتا ہے، جس کی وجہ سے مطالعہ کی عادت ختم ہوتی جا رہی ہے۔ اس بات کو کسی بھی صورت میں درکنار نہیں کیا جا سکتا کہ لاک ڈاؤن میں اسی انٹرنیٹ اور موبائل کی وجہ سے بچوں کا تعلیمی سلسلہ منقطع نہیں ہوا، اگرچہ انٹرنیٹ پر بہت ساری ایسی ویب سائٹس موجود ہیں جو نوجوانوں کیلئے نہایت ہی مفید ہیں، لیکن کیا نوجوان ان کا استعمال بھی کرتے ہیں؟ واٹس ایپ اور فیس بک پر عشق و عاشقی والے میسجز، یوٹیوب پر فحش گانوں کی پلے لسٹ اور موبائل میں فلموں کا بھرمار لگا ہوتا ہے، کوئی رات رات بھر غیر محرموں سے باتیں کر رہا ہے تو کوئی اللہ رب العالمین کے تمام احکامات کو بالائے طاق رکھ کر پوری رات فحش تصاویر اور ویڈیوز میں ایسا محو ہے جیسے اس دنیا میں آیا ہی اس لیے ہو، افسوس کا مقام ہے کہ نوجوانان اسلام اپنا مقصد بھول گئے اور فحش و عریانیت میں اپنا وقت صرف کرتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں، آنکھیں تو اس وقت خون کے آنسو روتی ہیں جب کوئی ان کو سمجھاتا ہے کہ ایسا نہیں کرنا چاہئے یہ شریعت مطہرہ کے قوانین کی خلاف ورزی ہے تو جواب دیتے ہیں کہ ہمیں پتہ ہے کہ ہم کیا کر رہے ہیں اپنے فتاووں کو اپنے پاس رکھیے، اللہ اکبر، حالت یہ ہے کہ اگر ان سے دین کی مناسبت سے کچھ سوال کر دیا جائے تو ان کے ہوش اڑ جاتے ہیں لیکن یہی اگر کسی اداکار کے بارے میں ان سے کچھ کہہ دیا جائے تو آپ کو سمجھانے کیلئے چار گھنٹے کی تقریر کرنے سے بھی گریز نہیں کریں گے۔ بقول شاعر

حیا نہیں ہے زمانے کی آنکھ میں باقی
خدا کرے کہ جوانی تری رہے بے داغ

کہاں جا رہا ہے ہمارا آج کا یہ نوجوان طبقہ؟ کیا ہو گیا ہے انہیں؟ کون سمجھائے گا انہیں؟ کیا انہیں اللہ رب العالمین کے عذاب کا انتظار ہے؟ اور اللہ کا عذاب، تو دلوں کو دہلا دینے والا ہوتا ہے، آہ کوئی انہیں بتلائے کہ اللہ کی نافرمانی کرنے پر اللہ نے کیسے قوموں کو تباہ و برباد کر کے رکھ دیا، قوم عاد کا وہ دہلا دینے والا عذاب کہ جب یہ اپنی نافرمانیوں کی حد پار چکے تو اللہ رب العالمین نے حکم دیا کہ انہیں تباہ و برباد کر دو اور قرآن مجید میں اس کا نقشہ کچھ اس

طرح کھینچا وَاَمَّا عَادٌ فَاُهْلِكُوا بِرِيْحٍ صَرْصَرٍ عَاتِيَةٍ (6) اور قوم عاد، سو وہ ایک سخت آندھی سے ہلاک کیے گئے۔ سَخَّرَهَا عَلَيْهِمْ سَبْعَ لَيَالٍ وَّثَمٰنِيَةَ اَيَّامٍ حُسُوْمًا فَتَرَى الْقَوْمَ فِيْهَا صَرْعٰى كَاَنَّهُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ خَاوِيَةٍ وہ ان پر سات راتیں اور آٹھ دن لگاتار چلتی رہی (اگر تو موجود ہوتا)، اس قوم کو اس طرح گرا ہوا دیکھتا کہ گویا کہ گھرے ہوئے کھجوروں کے تنے ہیں۔ (سورۃ الحاقہ آیت نمبر 6/7) اس نافرمان قوم کو اللہ رب العالمین نے ایک آندھی کے ذریعہ انجام کو پہنچایا، وہ ایسی آندھی تھی کہ جس نے لوگوں کی ہڈیوں تک کو مٹی میں ملا دیا، جو ان پر سات راتوں تک چلتی رہی تھی، قوم ثمود کے بارے میں کون نہیں جانتا ہے کہ اللہ رب العالمین نے ایک زوردار آسمانی چیخ کے ذریعہ تباہ و برباد کر دیا، کیا اب ان کا کوئی نام ونشان ہے؟ کیا ان کو ان کے وقت کے نبیوں نے بچالیا؟ ارے اللہ کے بندوں نبی تو اپنے بیٹے اور باپ تک کو نہ بچا سکے تو پھر ہم کون ہیں؟ ہم اللہ کی اس قدر نافرمانی کرتے ہیں تو پھر ہمارا حشر کیا ہوگا؟ آج مسلمانوں کے زوال وانحطاط میں سب سے بڑا ہاتھ اس انٹرنیٹ کا ہے، اب بھی وقت ہے میرے عزیز وہوش کے ناخن لو، کہیں اللہ ہمیں بھی ہلاک نہ کر دے، ایک خوفناک عذاب سے تو ہم پہلے ہی جوجھ رہے ہیں، قوم عاد وثمود وغیرہ جن عذاب سے تباہ و برباد کیے گئے اُن کے مقابلے میں یہ کورونا کیا ہے؟ اب بھی وقت ہے جاگ جاؤ، ہوش کے ناخن لو، کہیں بہت دیر نہ ہو جائے، اللہ ہم سب سے ناراض ہے آؤ اللہ کو منائیں، اس کی عبادت وریاضت میں لگ جائیں فضول چیزوں کو ترک کر دیں، نمازوں کی پابندی کریں وگرنہ یاد رکھو یقیناً اللہ رب العالمین کی پکڑ بہت سخت ہے۔ کیا فائدہ ایسے انٹرنیٹ کا جو آپ کو آپ کے پالنہار سے دور کر دے، میں یہ نہیں کہتا کہ انٹرنیٹ کا استعمال ہی ترک کر دینا چاہیئے، ہرگز نہیں یقیناً انٹرنیٹ پر جہاں برے ویب سائٹس ہیں وہیں بہت سارے اچھے اور مفید ویب سائٹ بھی ہیں۔ ایک طرف انٹرنیٹ کا استعمال جہاں مفید ہے، وہیں دوسری طرف نقصان دہ اور مُضر بھی ہے۔ جہاں اس پر بے شمار کتاب وسنت کی ویب سائٹس موجود ہیں، وہیں دوسری طرف بہت ساری فحش وعریاں ویب سائٹس بھی موجود ہیں جن سے ایک بڑی تعداد اس کے نقصان کو ورے ڈالتے ہوئے لطف اندوز ہوتی ہے، اور اپنا قیمتی وقت ضائع کرتی ہے اس دور میں شاید ہی کوئی ایسا شخص ملے جس کا Facebook اور What's app پر اکاؤنٹ نہ ہو، میں یہ نہیں کہتا کہ آپ ان کا استعمال نہ کریں، ضرور استعمال کریں، لیکن ایک حد تک، ایسا نہ ہو کہ ہم ان چیزوں میں اس قدر محو اور مشغول ہو جائیں کہ اذان اور نماز کی کوئی فکر ہی نہ ہو، اور جس مقصد کو دے کر اللہ رب العالمین نے ہمیں اس دار فانی میں بھیجا اسے پسِ پُشت ڈالدیں، نیز ہمیشہ میانہ روی اختیار کریں۔

آج جب ہم نوجوانوں پر ایک سرسری نظر ڈالتے ہیں تو شرم سے نگاہ جھک جاتی ہے، جن نوجوانوں کو ہم مستقبل کے معمار کہتے ہیں وہ اس آفتِ بد کا بری طرح شکار ہو چکے ہیں، کوئی گیمز کو دیوانہ ہے تو کوئی فلمی گانوں کا متوالا، غرض ہر ایک کی اپنی اپنی مشغولیت ہے، جس سے وہ لطف اندوز ہو رہا ہے، انٹرنیٹ پر موجود فحش مضامین اور کہانیاں، گندی تصویریں اور نفسانی خواہشات کو بھڑکانے والی بیہودہ فلموں اور ڈراموں نے نوجوانوں کے اخلاق وکردار اور عادت واطوار کو تباہ و برباد کر دیا ہے۔ اگر یہی صورت حال رہی تو پھر تباہی یقیناً ہماری منتظر ہے۔ کیونکہ ہاری ہوئی جنگ کو فتح کیا جاسکتا ہے، مگر تہذیب وثقافت کی شکست خوردہ قوم کو راہ راست پر لانا پہاڑ کاٹنے کے مترادف ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ نیٹ کا استعمال اسی حد تک کیا جائے جتنی کہ اس کی ضرورت ہو، اور ردائے غفلت کو اپنے اوپر سے اتار دیں اور اپنی اصلاح کی کوشش کریں۔ اللہ رب العالمین اس کی توفیق عطا کرے۔ آمین

OOO

مولانا محمد جہان یعقوب

جنگ خیبر، یہود کے تابوت میں آخری کیل

محرم ۷ ہجری بمطابق مئی ۶۲۸ء میں مسلمانوں اور یہودیوں کے درمیان یہ جنگ ہوئی، جس میں مسلمان فتح یاب ہوئے، لشکر کی قیادت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھی، مدینہ منورہ کا خلیفہ حضرت سباعہ بن ابی رضی اللہ عنہ کو منتخب کیا گیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ علمبردار تھے۔

یہودیت ایک مدت دراز سے عرب میں رائج تھی۔ قبیلہ حمیر، بنو کنانہ، بنو حرث بن کعب، کندہ، یہ قبائل یہودی تھے۔ مدینہ منورہ میں یہود نے پورا غلبہ پالیا تھا اور تورات کی تعلیم کے لئے متعدد درس گاہیں قائم تھیں، جن کو "بیت المدارس" کہتے تھے۔ حدیث کی کتابوں میں اسی نام سے اُن کا ذکر آتا ہے۔ قلعہ خیبر کی تمام آبادی یہودی تھی۔ امراء القیس کا ہم عصر مشہور شاعر سموئیل بن عادیا جس کی وفاداری آج تک عرب میں ضرب المثل ہے، یہودی تھا۔

جب رومیوں نے فلسطین میں یہودیوں کا قتل عام کیا، اور پھر انہیں اس سرزمین سے بالکل نکال باہر کیا اس دور میں بہت سے یہودی قبائل بھاگ کر حجاز میں پناہ گزین ہوئے تھے، کیونکہ یہ علاقہ فلسطین کے جنوب میں متصل ہی واقع تھا۔ یہاں آکر انہوں نے جہاں جہاں چشمے اور سرسبز مقامات دیکھے، وہاں ٹھہر گئے اور پھر رفتہ رفتہ اپنے جوڑ توڑ اور سودخوری کے ذریعے سے ان پر قبضہ جمالیا۔ ایلہ، مقنا، تبوک، تیما، وادی القریٰ، فدک اور خیبر پر ان کا تسلط اسی دور میں آکر یثرب پر قابض ہوئے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینے کے یہودی قبائل سے یہ معاہدہ کیا تھا کہ: جنگ کی صورت میں فریقین ایک دوسرے کی مدد کریں گے۔ (جسے میثاق مدینہ کہا جاتا ہے) جنگ بدر کے موقع پر یہود نے اس معاہدے کی خلاف ورزی کی، اور غیر جانبدار رہنے کا اعلان کردیا، حالانکہ معاہدے کے تحت ان پر مسلمانوں کی مدد کرنا لازم ٹھہرتا تھا۔ جب مسلمان اکیلے ہی مشرکین مکہ پر فتح حاصل کرکے مدینے واپس لوٹے تو یہودیوں کو اور ناگوار گزرا۔ حسد میں وہ مسلم دشمنی پر اتر آئے۔ مجبوراً مسلمانوں کو سب سے پہلے یہودی کے قبیلہ بنو قینقاع کو مدینے سے جلاوطن کرنا پڑا۔

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ: رمضان ۲ ہجری میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم جنگ بدر کے معرکہ سے مدینہ واپس لوٹے۔ اس کے ایک مہینے بعد ہی ۱۵ شوال ۲ ہجری میں غزوہ بنی قینقاع کا واقعہ درپیش ہوا۔ بدر کے بعد یہودیوں نے شروع عداوت کا مظاہرہ کیا۔

مدینہ کے اطراف میں یہودیوں کے تین بڑے بڑے قبائل آباد تھے: بنو قینقاع، بنو نضیر، بنو قریظہ، ان تینوں سے مسلمانوں کا معاہدہ تھا، مگر جنگ بدر کے بعد جس قبیلے نے سب سے پہلے معاہدہ توڑا، وہ قبیلہ بنو قینقاع تھا۔ اس قبیلے کے یہودی سب سے زیادہ بہادر اور دولت مند تھے۔ واقعہ یہ ہوا کہ ایک برقع پوش عرب عورت یہودیوں کے بازار میں آئی، دکانداروں نے شرارت کی اور اس عورت کا لباس اتار دیا۔ اس پر تمام یہودی قہقہہ لگا کر ہنسنے لگے، عورت چلائی تو ایک عربی آیا اور دکاندار کو قتل کردیا۔ اس پر یہودیوں اور عربوں میں لڑائی شروع ہوگئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر ہوئی تو تشریف لائے اور یہودیوں کی اس غیر شریفانہ حرکت پر ملامت فرمانے لگے۔ اس پر بنو قینقاع کے خبیث یہودی بگڑ گئے اور بولے:

جنگ بدر کی فتح سے آپ مغرور نہ ہوجائیں۔ مکہ والے جنگ کے معاملہ میں بے ڈھنگے تھے، اس لئے آپ نے ان کو شکست دے دی، اگر ہم سے آپ کا سابقہ پڑا تو آپ کو معلوم ہوجائے گا کہ جنگ کس

چیز کا نام ہے؟ اور لڑنے والے کیسے ہوتے ہیں؟ جب یہودیوں نے معاہدہ توڑ دیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نصف شوال ۲ ہجری پیر کے دن ان یہودیوں پر حملہ کردیا۔ یہودی جنگ کی تاب نہ لاسکے اور اپنے قلعوں کا پھاٹک بند کرکے قلعہ بند ہوگئے۔ مگر پندرہ دن کے محاصرے کے بعد بالآخر یہودی مغلوب ہوگئے اور ذی القعدہ کے چاند رات کو یہودی ہتھیار ڈال دینے پر مجبور ہوگئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مشورے سے ان یہودیوں کو جلاوطن کردیا اور یہ عہد شکن، بدذات یہودی ملک شام کے مقام اذرعات میں جاکر آباد ہوگئے، مگر اسلام دشمنی سے پھر بھی باز نہ آئے اور بدستور سازشوں میں مصروف رہے۔ اسلامی لشکر نے جنگ خیبر میں ان کی سرکوبی کی۔

محرم ۷ ہجری، بمطابق ۶۲۸ء میں مسلمانوں اور یہودیوں کے درمیان یہ جنگ ہوئی، جس میں مسلمان فتح یاب ہوئے۔ اسلامی لشکر کی قیادت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھی، مدینہ منورہ کا خلیفہ حضرت سباعہ بن ابی عرفہ رضی اللہ عنہ کو منتخب کیا گیا، اور حضرت علی رضی اللہ عنہ علمبردار تھے۔ خیبر یہودیوں کا مرکز تھا، جو مدینہ سے ۱۵۰ کلومیٹر عرب کے شمال مغرب میں تھا۔ یہ علاقہ بالخصوص اس کے کئی قلعے یہودی فوجی طاقت کے مرکز تھے، جو ہمیشہ مسلمانوں کے لئے خطرہ بنے رہے اور مسلمانوں کے خلاف کئی سازشوں میں شریک رہے۔ ان سازشوں میں غزوہ خندق اور غزوہ احد کے دوران یہودیوں کی کارروائیاں سرفہرست ہیں۔ اس کے علاوہ خیبر کے یہود نے قبیلہ بنی نضیر کو بھی پناہ دی تھی، جو مسلمانوں کے ساتھ سازش اور جنگ میں ملوث رہے تھے۔ خیبر کے یہود کے تعلقات بنوقریظہ کے ساتھ بھی تھے، جنہوں نے غزوہ خندق میں مسلمانوں سے عہد شکنی کرتے ہوئے انہیں سخت مشکل سے دوچار کردیا تھا۔

خیبر والوں نے فدک کے یہودیوں کے علاوہ نجد کے قبیلہ بنی عطفان کے ساتھ بھی مسلمانوں کے خلاف معاہدے کئے تھے۔ ان کا قضیہ چکانا ضروری تھا، چنانچہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ۱۶۰۰ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کی فوج کے ساتھ جن میں سے ایک سو سے کچھ زائد گھڑسوار تھے، خیبر کی طرف جنگ کی نیت سے روانہ ہوئے اور پانچ چھوٹے قلعے فتح کرلئے، اس میں پچاس مجاہدین زخمی اور ایک صحابی رضی اللہ عنہ شہید ہوئے۔ اس کے بعد قلعہ خیبر کا محاصرہ کرلیا جو دشمن کا سب سے بڑا اور اہم قلعہ تھا۔ یہ قلعہ ایک نسبتاً اونچی پہاڑی پر بنا ہوا تھا اور اس کا دفاع بہت مضبوط تھا۔ یہودیوں نے عورتیں اور بچے ایک قلعے میں اور سامانِ خوردونوش و دیگر ساز وسامان ایک اور قلعہ میں رکھ دیا، اور ہر قلعے پر تیرانداز تعینات کردیئے جو قلعے میں داخل ہونے کی کوشش پر تیروں کی بارش کردیتے تھے۔ یہودی رات کی تاریکی میں ایک سے دوسرے قلعے تک اپنا مال و اسباب اور لوگوں کو منتقل کرتے رہے۔ باقی دو قلعوں میں قلعہ قموص سب سے بنیادی اور بڑا تھا اور ایک پہاڑی پر بنا ہوا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے باری باری حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہم کی قیادت میں افواج اس قلعے کو فتح کرنے کے لئے بھیجیں مگر مسلمان کامیاب نہ ہوسکے۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کل میں اسے علم دوں گا جو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرتا ہے اور اللہ اور اس کا رسول اس سے محبت کرتے ہیں۔ وہ شکست کھانے والا اور بھاگنے والا نہیں ہے۔ خدا اس کے دونوں ہاتھوں سے فتح عطا کرے گا۔ یہ سن کر اصحاب خواہش کرنے لگے کہ یہ سعادت انہیں نصیب ہو۔ اگلے دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو طلب کیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بتایا کہ انہیں آشوب چشم ہے۔ جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ آئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا لعاب دہن ان کی آنکھوں میں لگایا، جس کے بعد تازندگی انہیں کبھی آشوب چشم نہیں ہوا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ قلعے پر حملہ کرنے کے لئے پہنچے، تو یہودیوں کے مشہور پہلوان مرحب کا بھائی مسلمانوں پر حملہ آور ہوا، مگر حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اسے قتل کردیا اور اس کے ساتھی بھاگ گئے۔ اس کے بعد مرحب رجز پڑھتا ہوا خود میدان میں اترا۔ اس نے زرہ بکتر اور خود (جنگی ٹوپی) پہنا ہوا تھا۔ اس کے ساتھ ایک زبردست لڑائی کے دوران

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اس کے سر پر تلوار کا ایسا وار کیا کہ اس کا خود اور سر درمیان سے دو ٹکڑے ہوگیا۔ اس کی ہلاکت پر خوفزدہ ہوکر اس کے ساتھی بھاگ کر قلعے میں پناہ گزیں ہوگئے۔ پھر تمام مسلمان ان پر ٹوٹ پڑے، اس جنگ میں ۹۳ یہودی ہلاک ہوئے اور قلعہ فتح ہوگیا۔

مسلمانوں کو شاندار فتح ہوئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودیوں کو ان کی خواہش پر پہلے کی طرح خیبر میں رہنے کی اجازت دی اور ان کے ساتھ معاہدہ کیا کہ وہ اپنی آمدنی کا نصف بطور جزیہ مسلمانوں کو دیں گے اور مسلمان جب مناسب سمجھیں گے انہیں خیبر سے نکال دیں گے۔ اس جنگ میں بنی نضیر کے سردار حیی بن اخطب کی بیٹی صفیہ بھی قید ہوئیں، جن کو آزاد کر کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے نکاح کرلیا۔ رضی اللہ عنہا۔ اس جنگ سے مسلمانوں کو ایک حد تک یہودیوں کی گھناؤنی سازشوں سے نجات مل گئی اور انہیں معاشی فوائد بھی حاصل ہوئے۔

اسی جنگ کے بعد بنو نضیر کی ایک یہودی عورت نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیڑ کا گوشت پیش کیا، جس میں ایک سریع الاثر زہر ملا ہوا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے یہ محسوس ہونے پر تھوک دیا کہ اس میں زہر ہے، مگر اُن کے ایک صحابی جو اُن کے ساتھ کھانے میں شریک تھے، شہید ہوگئے۔ ایک صحابی کی روایت کے مطابق بسترِ وفات پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا: ان کی بیماری اس زہر کا اثر ہے جو خیبر میں دیا گیا تھا۔ ○○

رضوان کے سالانہ خریداروں سے گزارش

یہ بات آپ کے علم میں ہے کہ ماہنامہ رضوان کی اشاعت خالص تبلیغی مقاصد کو پیش نظر رکھ کر کی جاتی ہے۔ کوئی تجارتی کاروباری مفاد اس اشاعت میں پیش نظر نہیں ہے۔ چنانچہ ۴۰ صفحات کے اس رسالے کی قیمت انتہائی کم (فی شمارہ صرف تیس روپے اور سالانہ خریداری -/300 روپے) ہے۔ ہمارے پیش نظر نفع بخش کاروبار نہیں بلکہ ہم اپنے وسائل میں رہتے ہوئے رضوان کے ذریعے بیش بہا مضامین شائع کرتے ہیں۔ اس ضمن میں رضوان کے سالانہ خریدار بھی اہم کردار ادا کرسکتے ہیں۔ اگر تمام سالانہ خریدار اپنی ذمہ داری محسوس کرتے ہوئے بروقت اپنی سالانہ رقوم "ادارہ رضوان" کو بھیج دیں تو وہ بھی ہماری ان تبلیغی کوششوں میں معاون ہوں گے۔

سالانہ خریداروں سے گزارش ہے کہ مدت خریداری ختم ہونے پر زرسالانہ کی ترسیل میں جلدی فرمائیں۔ ہر ماہ سرخ نشان کے ذریعہ ان کو اطلاع دی جاتی ہے۔ اور منی آڈر فارم بھی روانہ کیا جاتا ہے۔ تاکہ یاددہانی ہوسکے۔

یاد رکھئے! زرسالانہ کی بروقت عدم وصولی سے ادارے پر مالی بوجھ بڑھتا ہے اور پچھلے کچھ عرصے سے اس میں اضافہ ہی ہوا ہے لہٰذا سالانہ خریداروں سے گزارش ہے کہ رضوان کی مدت خریداری ختم ہوتے ہی زرسالانہ کی ادائیگی کریں تاکہ ادارے پر مالی بوجھ نہ پڑے بصورت دیگر اگر آئندہ "رضوان" خریدنا نہیں چاہتے، تب بھی خط لکھ کر یا بذریعہ فون اس بارے میں دفتر رضوان کو مطلع فرمادیں۔ نیز اپنا خریداری نمبر یا جس نام سے رسالہ جاری ہے وہ پتہ صاف اور خوشخط ضرور لکھیں۔ آپ کا تعاون اس دینی سعی وکاوش میں ہمارے لئے نہایت اہم اور "رضوان" کے معیار میں اضافے کے ساتھ آپ کیلئے کارِ خیر کا ذریعہ بن سکتا ہے۔

قارئین رضوان سے گذارش ہے وہ اپنا سالانہ چندہ مندرجہ ذیل اکاؤنٹ میں جمع کرسکتے ہیں۔

Bombay Mercantile Co-operative Bank, Lucknow-18

Name of Account "RIZWAN MONTHLY", Account No. : 205110100005299

IFSC Code : UTIBOSBMCBI

نوٹ: رقم ڈالنے کے بعد دفتر کو مطلع ضرور کریں ورنہ رقم آپ کے کھاتہ میں منتقل نہ ہوگی۔ اس نمبر پر مطلع کریں Cantt. No. : 9415911511

ذکی نور عظیم ندوی، لکھنؤ

بچوں کو آنکھوں کی ٹھنڈک بنائیں

ماں باپ کو جو حقوق اور عظیم رتبہ دیا گیا اس کی ایک اہم ترین وجہ بچوں کی تربیت کیلئے ان کی ذمہ داری اور اس کیلئے سنجیدہ اور بھرپور کوششیں بھی ہیں۔ اس لئے والدین کو ان کی صحیح تعلیم و تربیت اور ان کے مستقبل کی ایسی فکر کرنی چاہئے کہ وہ بڑے ہو کر اعلیٰ تعلیم و تربیت یافتہ اور اخلاق و کردار کے حامل ہوں، اور ڈریں کہ کہیں والدین کی شان میں ان سے کوئی گستاخی نہ ہو جائے۔ اگر انہوں نے ان کی صرف مالی اور دنیوی منفعت اور مستقبل کی فکر کی تو ہمیشہ خطرہ رہے گا کہ والدین اس بات سے ڈریں کہ کہیں ان کے بچے ان سے ناراض ہو کر ان سے ہی بے پرواہ نہ ہو جائیں۔ اسی لئے اللہ نے اسلامی طور طریقے اختیار کرنے والوں کو اگر ان کی اولادیں بھی ان پر قائم رہیں تو اللہ نے جنت میں ساتھ رکھنے کا وعدہ فرمایا ہے۔ (الطور: 21) والدین کو بچوں کے حقوق کی ادائیگی اور ان میں تفریق سے بچتے ہوئے یہ دعا بھی کرنے کی تعلیم دی۔ اے پروردگار ہم کو ہماری بیویوں کی طرف سے (دل کا چین) اور اولاد کی طرف سے آنکھ کی ٹھنڈک عطا فرما اور ہمیں پرہیزگاروں کا امام بنا (الفرقان 74)

تاکہ ان کی اولاد دنیا و آخرت میں ان کی آنکھوں کے قرار و سکون کا ذریعہ بنیں۔

اولاد نیک ہو تو آنکھوں کی ٹھنڈک کا سبب بنتی ہے، ان کی نیکیوں کا صلہ والدین کو دنیا میں نیک شہرت اور وفات کے بعد صدقۂ جاریہ کی شکل میں ملتا ہے۔ اولاد انسان کی آنکھوں کا نور اور دل کا سرور ہوتی ہے۔ ہر مومن و مسلمان نیک اولاد کیلئے دعائیں کرتا رہتا ہے جیسا کہ حضرت ابراہیم خلیل علیہ السلام نے یہ دعا فرمائی تھی "اے میرے رب! مجھے نیک اولاد عطا کر۔" (الصافات 100) حضرت زکریا علیہ السلام کی بیوی بانجھ تھیں اور خود بھی وہ بڑھاپے کو پہنچ چکے تھے، اولاد نہیں تھی۔ حضرت مریم علیہا السلام کی کفالت کرتے تھے۔ ان سے ملنے گئے تو دیکھا کہ ان کے پاس بے موسم کا پھل پڑا ہے، پوچھا: (مریم!) یہ کہاں سے آیا ہے؟"

انہوں نے عرض کیا: اللہ کی طرف سے۔ سوچا کہ مریم کو اللہ نے بے موسم کا پھل بھیجا ہے تو اُس قادر مطلق کیلئے کیا ناممکن ہے؟ فوراً دعا کی: "میرے پروردگار! مجھے اپنی جانب سے ایک پاکیزہ اولاد عطا فرما، بے شک تو دعائیں سننے والا ہے۔" (آل عمران 38)۔ رحمتِ الٰہی جوش میں آئی، وہ ابھی وہیں کھڑے تھے کہ اللہ نے فرشتہ بھیج کر انہیں بیٹے کی بشارت دے دی۔ فرشتے نے آکر پیغام دیا: "اللہ تمہیں یحییٰ نام کے بیٹے کی بشارت دیتا ہے"۔ یہ بشارت سن کر عرض کیا: "مالک! میرا لڑکا کہاں سے ہوگا، بڑھاپے نے تو مجھ کو لے ڈالا اور میری عورت بانجھ ہے۔" فرمایا: "اللہ تعالیٰ اسی طرح جو چاہے سو کرتا ہے۔" (آل عمران 40)

اولاد کی تربیت: تربیت کا مفہوم عام لوگوں نے صرف یہی سمجھ رکھا ہے کہ بچوں کی جسمانی تندرستی کی طرف توجہ دی جائے، انہیں اچھی غذا اور اعلیٰ رہائش مہیا کی جائے اور انہیں اعلیٰ عصری تعلیم کے زیور سے مزین کیا جائے جبکہ اس کا نتیجہ اکثر وہ نہیں نکلتا جو نکلنا چاہئے بلکہ بکثرت اولاد اپنے والدین کی جانب لاپرواہی، نافرمانی، انحراف اور بدسلوکی کا شکار ہو جاتے ہیں، یہ ایک تکلیف دہ صورت حال ہو جاتی ہے۔ بعض والدین اپنی تمام تر قربانیوں کے باوجود اپنی اولاد کی صحیح اسلامی و اخلاقی تربیت کے معاملے میں ڈھیل سے کام لیتے ہیں جس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ وہ اپنے والدین کو نظر انداز ہی کر دیتے ہیں۔ یہ مکروہ و ناپسندیدہ نتائج ہمیں اپنی اولاد کی صحیح اسلامی اور اخلاقی تربیت کے معاملے میں غفلت و کوتاہی کی وجہ سے دیکھنے پڑتے ہیں۔

یقیناً اولاد اللہ کا بہت بڑا انعام ہے۔

ایک ایسا انعام جسکے لئے اللہ نے فرمایا: ''مال اور اولاد تمہارے لیے دنیا کی زینت ہیں'' (القرآن) اولاد کی تربیت میں یہ بھی شامل ہے کہ اولاد کو پرسکون ماحول دیا جائے۔ والدین کے درمیان لڑائی جھگڑے اولاد کا سکون برباد کردیتے ہیں۔ ان کی تعلیم اور اخلاق پر اس سے بہت گہرا اثر پڑتا ہے۔ بہت سے بچے گھریلو جھگڑوں سے نیم پاگل یا نفسیات کے مرض میں مبتلا ہوجاتے ہیں۔ ہمیں چاہیے کہ ان تمام باتوں سے بچتے ہوئے گھر کا ماحول خوشگوار رکھیں۔ جس گھر میں گانے جھوٹ گالم گلوچ کا ماحول ہوگا وہاں بچے بھی یہیں سب کرنے لگیں گے۔ اس کے برعکس جہاں نماز، تلاوت قرآن، روزوں کی پابندی اور دیگر اچھے اخلاق کا ماحول ہوگا وہاں بچے نادانستہ طور پر ان سب باتوں پر عمل شروع کردیں گے۔ آپؐ نے فرمایا: ''ہر انسان فطرت اسلام پر پیدا ہوتا ہے اس کے والدین اسے یہودی، نصرانی یا مجوسی بنادیتے ہیں'' (مسلم)

رسول کریمؐ نے ماں باپ کو اولاد کی تربیت کے بارے میں کسی قدر حساس رہنے کی تعلیم دی۔ اس کا اندازہ حضرت عبداللہ بن عامرؓ کی روایت سے ہوتا ہے فرمایا کہ: ایک دن رسولؐ ہمارے گھر تشریف فرما تھے تو میری والدہ نے مجھے پکارا اور کہا، ادھر آؤ میں کوئی چیز دوں گی۔ رسولؐ نے فرمایا تم نے اس بچے کو کیا چیز دینے کا ارادہ کیا تھا؟ والدہ نے کہا ایک کھجور دینے کا ارادہ کیا ہے۔ آپؐ نے فرمایا اس کہنے کے بعد اگر تم کوئی چیز بچہ کو نہ دیتیں تو تمہارے نامہ اعمال میں ایک جھوٹ لکھا جاتا۔ ارشاد نبویؐ سے معلوم ہوا کہ بچوں کو بہلانے کیلئے بھی جھوٹ استعمال کرنے کی اجازت نہیں۔

جب بچہ 7 سال کا ہوجائے تو رسولؐ کے ارشاد کے مطابق اسے نماز پڑھنے کی پابندی کرانی چاہیے آپ نے یہ بھی فرمایا کہ: ''جب بچہ دس سال کا ہوجائے تو نماز کے بارے میں سختی بھی کریں'' اس طرح جب بچہ باشعور ہوگا تو اس کو عبادت کی عادت ہوگی۔ جب اسکول، مدرسہ میں تعلیم کا وقت آئے تو اس کی عادات پر والدین کی گہری نظر ہونی چاہیے۔ اس کے اٹھنے بیٹھنے پر بھی نگاہ رکھنی چاہیے تاکہ خراب ماحول سے آلودہ نہ ہو جائے۔ قرآن حکیم کی تلاوت اور مختلف گناہوں سے پرہیز کی تلقین کے ساتھ ساتھ گھر کے ماحول کو مکمل طور پر دینی اور اخلاقی قدروں سے آراستہ رکھنا چاہیے۔ جس میں صبر و شکر، قناعت، ہمدردی جیسی صفات ہوں۔ اپنے بچوں کی پرورش کے دوران ہم اپنے ماں باپ کے انداز سے متاثر ہوتے ہیں۔ اس کا مطلب ہے ہم اپنے بچوں کی پرورش اپنے ماں باپ کی طرح کرتے ہیں۔ ہوسکتا ہے ہم نے کچھ اچھی باتیں سیکھی ہوں۔ لیکن آپ یقیناً اور بھی بہت کچھ سیکھ سکتے ہیں۔ ماہر نفسیات فلیپا پیری نے اپنی کتاب 'دا بک یوش یور پیرنٹس ہیڈ ریڈ' (وہ کتاب جو آپ چاہیں گے آپ کے والدین نے پڑھی ہوتی) میں لوگوں کو اچھے ماں باپ بننے کے مشورے دیے ہیں۔ وہ اس میں بتاتی ہیں کہ آپ اچھے والدین کیسے بن سکتے ہیں تاکہ آپ کے بچے زندگی کا بہتر آغاز کرسکیں۔ اس کے ساتھ ہی آپ کو اس کیلئے زیادہ کوشش بھی نہیں کرنی چاہیے۔

یہ کافی مشکل ہوگا کیونکہ ہم سب ہی اپنے بچوں سے بے انتہا محبت کرتے ہیں۔ لیکن ایک موقع پر ہم اس کی حد پار کردیتے ہیں۔ اگر آپ یہ بھی سمجھتے ہیں کہ آپ اپنے بچوں کو کچھ زیادہ ہی آزاد رہنے دیتے ہیں تب بھی آپ کو کچھ حدود کا تعین کرلینا چاہیے لیکن پیار کی حد کیسے بنائی جائے؟ اس کا جواب 'میں' کے اندر ہے، 'تم' میں نہیں۔ آپ کو اپنا کردار واضح کرنا ہوگا، نہ کہ اپنے بچوں کا۔ تو اس کا مطلب ہے آپ کو یہ کہنا ہوگا 'مجھے معلوم ہے کہ آپ رات کو بس پر سفر کرتے ہوئے دور جانا چاہتے ہیں لیکن میں ابھی اس کی اجازت دینے کیلئے تیار نہیں ہوں۔' والدین کو ایسے نہیں ٹوکنا چاہیے کہ 'نہیں آپ تو صرف 13 سال کے ہو، آپ ابھی بہت کم عمر ہو۔' کسی کو یہ پسند نہیں ہوتا کہ کوئی اور ان کے بارے میں ایسے بات کرے۔ اس لیے خود کی وضاحت کریں، نہ کہ اپنے بچوں کی۔ اپنے بچوں کے ہر مزاج کو قبول کریں۔ ہماری غلطی یہ ہے کہ ہم چاہتے ہیں ہمارے بچے ہر وقت شدید خوش رہیں۔ یہ ایسا ہے جیسے ہم ان سے اتنی محبت کرتے ہیں کہ کبھی انھیں مایوس نہیں دیکھ

سکتے۔ اس لیے ہم انھیں کہتے ہیں: 'اداس نہ ہوں۔' لیکن یہ ضروری ہے کہ ہم انھیں ہر قسم کا مزاج رکھنے کی اجازت دیں جبکہ اس دوران ہمیشہ ان کے ساتھ رہیں۔ ہمیں بچوں کے تمام جذبات کو منظور کرنا چاہیے تاکہ بچے اُداس ہونے یا غصہ کرنے پر مزید مایوس نہ ہوں۔ یاد رکھیں کہ آپ اپنے بچے کا عکس ہیں۔ آپ اپنے بچے سے مماثلت رکھتے ہیں۔ اگر یہ کہا جائے کہ آپ ان کا انسانی عکس ہیں تو یہ غلط نہ ہوگا۔ بچوں کے ساتھ ہمارا برتاؤ ان کی شخصیت کا حصہ بن جاتا ہے۔ اگر ہم انھیں ہمیشہ یہی کہتے رہیں گے کہ 'دیکھو آپ نے کپڑے گندے کر لیے ہیں!' تو وہ ہمیشہ آپ کی غصے والی شکل ہی دیکھ پائیں گے۔ یہ ضروری ہے کہ آپ پہلے ان کے ساتھ ہنسی مذاق کریں اور اس کے بعد گندے جوتوں کا ذکر کریں۔ آپ کو ہمیشہ کوشش کرنی چاہیے کہ ان سے ملتے ہوئے خوشی کا اظہار کریں۔ ہر قسم کا رویہ بات کرنے کا طریقہ ہے۔ اگر آپ سمجھتے ہیں کہ آپ کے بچے کے رویے میں کوئی برائی ہے تو یہ بات یاد رکھیں: ہر قسم کا رویہ بات کرنے کا طریقہ ہوتا ہے۔ بچے اس طرح کے رویے سے آپ کو کچھ بتانا چاہتے ہیں اور ان کے پاس یہ کہنے کا یہی بہترین طریقہ ہوتا ہے۔ تو آپ کو ایسے رویے کا اصل مطلب تلاش کرنے کی کوشش کرنی چاہیے اور اس کے بعد ان کی مدد کرنی چاہیے تاکہ وہ جو محسوس کر رہے ہو اسے صاف الفاظ میں بلا ہچکچاہٹ کہہ سکیں۔ ہمیں ان کے تمام جذبات کو منظور کرنا چاہیے، بے شک اگر ٹھیک نہ لگتے ہوں۔ ہمیں بچوں کو اپنے جذبات کا اظہار سیکھانا چاہیے اور اس بات کی فکر نہیں کرنی چاہیے کہ ہم ان کی جگہ ہوتے تو کیا کرتے۔ ہر شخص دوسرے سے الگ ہوتا ہے۔ آپ کا بچہ کوئی پروجیکٹ نہیں ہے۔

ماہر نفسیات کے مطابق 'آپ کا بچہ ایک مشق نہیں جسے آپ جلدی جلدی نمٹا دیں۔ نہ ہی یہ ایک پراجیکٹ ہے جسے آپ بہترین انداز میں مکمل کر سکیں۔' آپ کا بچہ ایک انسان ہے جو اپنی انفرادیت رکھتا ہے۔' بچے چھوٹے ہوں یا بڑے، وہ سب سے پہلے ایک انسان ہیں۔ انسانی زندگی خوبصورت ہے لیکن اس کا خوبصورت ترین حصہ بچپن ہے۔ بچے پھولوں کی مانند ہوتے ہیں۔ وہ نرم و ملائم ہوتے ہیں اور بڑی احتیاط اور ذمہ داری کے ساتھ ان کا خیال رکھنا پڑتا ہے۔ رسول اکرمؐ نے بچوں کے ساتھ محبت کی ایک بڑی ہی روشن مثال قائم کی۔ وہ اپنے نواسوں پر محبت نچھاور کیا کرتے تھے۔ ایک حدیثِ مبارکہ کے مطابق نبی اکرمؐ نے حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کو بوسہ دیا۔ اُس وقت آپؐ کے پاس اقرع بن حابس تمیمی بھی بیٹھے تھے وہ بولے: (یا رسولؐ!) میرے دس بیٹے ہیں میں نے تو کبھی اُن میں سے کسی کو نہیں چوما۔ اس پر آپؐ نے اُس کی طرف دیکھ کر فرمایا: جو رحم نہیں کرتا اُس پر رحم نہیں کیا جاتا۔ (صحیح بخاری)

اگر والدین یہ دیکھنا چاہتے ہیں کہ وہ اپنی زندگیوں میں کس قدر کامیاب ہیں تو اس کا اندازہ وہ اپنے بچوں کو دیکھ کر ہی لگا سکتے ہیں۔ اگر بچے اخلاقی طور پر اچھے ہیں تو یہی والدین کی کامیابی ہے۔ یوں بچے کامیابی یا ناکامی پرکھنے کا حقیقی پیمانہ ہیں۔ اس لیے والدین کو اپنے بچوں کو اپنے گھروں کے اندر بہتر ماحول کی تشکیل کے ذریعے اپنے بچوں کو نیک کردار اور ادب و آداب کی تعلیم دینی چاہیے۔ بچوں کو اخلاق سکھانے کی لئے والدین کے طور طریقے کی ضرورت ہوتی ہے۔ عادات، عوامل اور الفاظ بچوں کے اذہان پر دیرپا اثرات مرتب کرتے ہیں۔

مختصراً یہ کہ، اولاد رحمت ہے، اور ان کا لازمی طور پر تحفظ کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتے ہیں کہ: ''اے ایمان والو تم اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو دوزخ کی آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں'' اگر والدین اپنی اولاد کی اچھی تربیت کریں گے اور اُن کیلئے دعائے خیر کرتے رہیں گے تو یہیں بچے اپنے والدین کیلئے پھل دار درخت ثابت ہوں گے۔ جوانی میں ان کی آنکھوں کی ٹھنڈک، بڑھاپے میں سہارا اور مرنے کے بعد شفاعت کا ذریعہ بنیں گے۔ یاد رکھیں اگر ہم نے آج اپنی اولاد کے معاملے میں بے پرواہی برتی تو دنیا میں تو رسوائی اور پریشانی کا سامنا کرنا ہی پڑے گا مگر آخرت میں اُن کے حصے کا گناہ بھی ہمارے پلڑے میں ڈال دیا جائے گا۔ اللہ ہمیں اپنی دنیا اور آخرت کی فکر کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

ڈاکٹر محمد بن عبدالرحمٰن العریفی
اردو قالب: حافظ قمر حسن

ہر قوم اپنے معبود کے پیچھے جائے گی

یوم محشر کے اختتام پر لوگوں کو اُن کے ابدی ٹھکانوں کی طرف بھیج دیا جائے گا۔ تب ہر قوم کو یہ حکم دیا جائے گا کہ وہ اپنے معبود کے پیچھے چلی جائے۔ معاً اُن معبودانِ باطلہ کے خیالی ہیولے نمودار ہوں گے جن کی دنیا میں پوجا کی جاتی تھی۔ اُن کے پجاری انہیں دیکھتے ہی اُن کے پیچھے پیچھے چلتے جائیں گے۔ جو لوگ سورج کی پوجا کرتے تھے، وہ سورج کے پیچھے چل پڑیں گے۔ جو چاند کو پوجتے تھے، وہ چاند کے پیچھے چلے جائیں گے۔ جو لوگ بتوں کی پرستش کرتے تھے، وہ بتوں کے پیچھے چلے جائیں گے۔ یہ تمام معبودانِ باطلہ چلتے چلتے آگے جا کر دوزخ میں گر جائیں گے۔ اُن کے پجاری بھی اُن کے پیچھے چلتے چلتے دوزخ میں جا گریں گے۔

اللہ تعالیٰ نے فرعون کے متعلق فرمایا:

يَقْدُمُ قَوْمَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَأَوْرَدَهُمُ النَّارَ وَبِئْسَ الْوِرْدُ الْمَوْرُودُ۔

"وہ قیامت کے دن اپنی قوم کے آگے آگے ہوگا، پھر انہیں آگ میں جا داخل کرے گا اور برا ہے وہ گھاٹ جس پر (پینے کے لئے) آیا جائے۔" (سورۃ ہود: ۹۸)

یہ تمام کافر و مشرک جب دوزخ میں جا گریں گے تو صرف اہل ایمان اور باقی ماندہ اہل کتاب رہ جائیں گے۔ یہی افراد آئندہ کے تمام مراحل سے گزریں گے۔ ارشاد نبوی ہے: "قیامت کے روز ایک اعلان کرنے والا اعلان کرے گا کہ قوم اُس کے پیچھے جائے جس کی وہ پرستش کرتی تھی۔ چنانچہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر بتوں کی اور مورتیوں کی پرستش کرتے تھے، وہ دوزخ میں جا گریں گے۔

جب وہ نیک و بد افراد جو صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے تھے اور باقی ماندہ اہل کتاب باقی رہ جائیں گے تو یہود کو بلایا جائے گا۔ اُن سے پوچھا جائے گا کہ تم کس کی پرستش کرتے تھے۔ وہ جواب دیں گے کہ ہم اللہ کے بیٹے عزیز کی پرستش کرتے تھے۔ اُن سے کہا جائے گا کہ غلط کہتے ہو تم۔ اللہ نے تو نہ کوئی بیوی کی اور نہ اُس کے کوئی اولاد ہے۔ تو اب تم کیا چاہتے ہو؟ وہ کہیں گے کہ اے ہمارے رب! ہمیں پیاس لگی ہے، ہمیں پانی پلا۔ اُن کی طرف اشارہ کر کے کہا جائے گا کہ جا کر پنگھٹ سے پانی کیوں نہیں پیتے۔ چنانچہ انہیں اکٹھا کر کے دوزخ کی طرف ڈھکیل دیا جائے گا جو دور سے سراب کی طرح نظر آئے گا۔ یوں وہ دوزخ میں گرتے جائیں گے۔

یہود کے بعد نصاریٰ کو بلایا جائے گا اور اُن سے پوچھا جائے گا کہ تم کس کی پرستش کرتے تھے۔ وہ جواب دیں گے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے بیٹے مسیح کی پرستش کرتے تھے۔ اُن سے کہا جائے گا کہ غلط کہتے ہو تم۔ اللہ نے نہ کوئی بیوی کی نہ اُس کے کوئی اولاد ہے۔ تب اُن سے کہا جائے گا کہ اب تم کیا چاہتے ہو؟ وہ کہیں گے کہ اے ہمارے رب! ہمیں پیاس لگی ہے۔ ہمیں پانی پلا۔ اُن کی طرف اشارہ کر کے کہا جائے گا کہ جا کر پنگھٹ سے پانی کیوں نہیں پیتے۔ چنانچہ انہیں اکٹھا کر کے دوزخ کی طرف ڈھکیل دیا جائے گا۔ دوزخ دور سے سراب کی طرح دکھائی دے گی، چنانچہ وہ دوزخ میں گرتے جائیں گے۔

جب وہ نیک و بد افراد ہی باقی رہ جائیں گے جو اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے تھے تو رب العالمین سبحانہٗ وتعالیٰ اُن کے پاس آئے گا، اُس صورت سے ملتی جلتی صورت میں جس میں انہوں نے اُسے پہلے دیکھا تھا۔ وہ فرمائے گا کہ تمہیں اب کس کا انتظار ہے، تمام قومیں اپنے اپنے معبودوں کے پیچھے چلی گئیں؟ لوگ کہیں گے: اے ہمارے رب! ہم نے دنیا میں لوگوں سے ترک تعلق کر لیا تھا، حالانکہ ہمیں اُن کی بہت ضرورت تھی۔ وہ فرمائے گا کہ میں تمہارا رب ہوں۔ اس پر لوگ کہیں گے: ہم تجھ سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں۔ ہم اللہ کے ساتھ کسی شے کو شریک نہیں ٹھہراتے۔ اُن میں سے بعض تو (راہ راست سے) پلٹنے کو ہوں گے

کہ اللہ تعالیٰ اُن سے فرمائے گا کہ کیا تمہارے پاس اُس کی کوئی نشانی ہے جس سے تم اُس کو پہچان لو؟ وہ کہیں گے کہ ہاں، تب پنڈلی سے پردہ ہٹایا جائے گا۔ اس پر جو لوگ دل سے اللہ تعالیٰ کو سجدہ کرتے تھے، اُن سب کو اللہ تعالیٰ سجدہ کرنے کی اجازت عطا فرمائے گا۔ اور جو لوگ دکھاوے کے سجدے کرتے تھے، اُن کی کمریں تختے بن جائیں گی۔ وہ سجدہ کرنا چاہیں گے تو پیٹھ کے بل پیچھے جا گریں گے۔ جو لوگ سجدے میں گر پڑے تھے، وہ سجدے سے سر اٹھائیں گے تو اللہ تعالیٰ اُسی صورت میں آچکا ہوگا جس میں انہوں نے اُسے پہلی مرتبہ دیکھا تھا۔ وہ فرمائے گا کہ میں تمہارا رب ہوں۔ لوگ عرض کریں گے کہ تو ہمارا رب ہے۔ اس کے بعد جہنم پر پُل (صراط) رکھا جائے گا۔ شفاعت اترے گی اور لوگ کہیں گے: ''اے اللہ! سلامت رکھیو۔ سلامت رکھیو۔''

اس موقع پر کسی نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! پل کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''وہ پھسلواں (راستہ) ہے، جس میں آنکڑے اور سعدان بوٹی کے سے کانٹے ہوں گے۔ اہل ایمان اُس پر سے یوں گزر جائیں گے جیسے پلک کا جھپکنا اور بجلی کا چمکنا اور اڑتے پرندوں کی طرح اور تیز رفتار چاق چوبند گھوڑوں کی طرح اور تیز رفتار اونٹوں کی طرح۔ بعض لوگ تو صحیح سلامت گزر جائیں گے۔ بعضوں کو خراشیں آئیں گی لیکن انہیں چھوڑ دیا جائے گا اور بعضوں کو دھکا دے کر جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔'' (صحیح بخاری، حدیث:۴۵۸۱)

پُل صراط کے عبور کرنے سے پیشتر جو حالات پیش آئیں گے یہ تھا اُن کا بیان۔ میدان محشر میں اُس وقت صرف اسلام کے نام لیوا رہ جائیں گے۔ اُن میں ہر طرح کے مسلمان شامل ہوں گے۔ نیک و بد، سنی و بدعتی سب طرح کے۔ اُن میں باقی ماندہ اہل کتاب بھی شامل ہوں گے۔ آئندہ یہ بیان کیا جائے گا کہ کافروں کو نارِ جہنم میں کس طرح پھینکا جائے گا اور کافروں کے جہنم رسید ہونے کے بعد جو لوگ باقی رہ جائیں گے، وہ پل صراط کو کیونکر عبور کریں گے۔

راہ نجات: ''روز قیامت صرف وہی لوگ نجات پائیں گے جو صرف اللہ وحدہٗ لاشریک لہٗ کی عبادت کرتے تھے۔ مخلوقات کو پوجنے والے اُن مخلوقات کے ساتھ ہی جہنم میں جائیں گے۔''

کافر، جہنم کی طرف.....

کتاب وسنت کا مطالعہ کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ کافروں کے نارِ جہنم میں جانے کی متعدد صورتیں ہوں گی۔

پہلی صورت: جس طرح چرواہا مویشی کے غول کو للکار للکار کر ہانکتا ہے، اُسی طرح کافروں کو بھی للکار للکار کر گروہوں کی شکل میں جہنم کی طرف ہانکا جائے گا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: **وَسِيقَ الَّذِينَ كَفَرُوا إِلَى جَهَنَّمَ زُمَرًا۔**

''اور جن لوگوں نے کفر کیا، وہ جہنم کی طرف گروہ در گروہ ہانکے جائیں گے۔'' (الزمر:۷۱)

مزید فرمایا: يَوْمَ يُدَعُّونَ إِلَى نَارِ جَهَنَّمَ دَعًّا۔

''جس دن انہیں نہایت سختی سے دھکے دے دے کر جہنم کی آگ کی طرف ڈھکیلا جائے گا۔'' (الطور:۵۲)

اور فرمایا: وَيَوْمَ يُحْشَرُ أَعْدَاءُ اللَّهِ إِلَى النَّارِ فَهُمْ يُوزَعُونَ۔

''اور جس دن اللہ کے دشمن (ہانک کر) آگ کی طرف اکٹھے کئے جائیں گے، تو ان کی درجہ بندی کی جائے گی۔'' (حم السجدہ:۱۹)

جب چرواہا جانوروں کو للکارتا ہے تو وہ بھاگتے ہیں۔ وہ ایک دوسرے پر گرتے، ایک دوسرے کو دھکے دیتے ہوئے آگے بڑھتے ہیں۔ اسی طرح جب کافروں کو للکار لگائی جائے گی تو وہ بھی ایک دوسرے سے ٹکراتے، ایک دوسرے کو دھکے دیتے اور گرتے پڑتے جہنم کی طرف بھاگیں گے۔

دوسری صورت: کافروں کے بل جلتے ہوئے جہنم میں جائیں گے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: **الَّذِينَ يُحْشَرُونَ عَلَى وُجُوهِهِمْ إِلَى جَهَنَّمَ أُولَئِكَ شَرٌّ مَكَانًا وَأَضَلُّ سَبِيلًا۔**

''جو لوگ اپنے چہروں کے بل جہنم کی طرف اکٹھے کئے جائیں گے وہی لوگ بدترین مکان والے اور گمراہ ترین راہ والے ہیں۔ (سورہ الفرقان:۳۴)

ایک صاحب، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور پوچھا کہ اے

اللہ کے رسول! قیامت کے دن کافروں کو اُن کے منہ کے بل کیسے چلایا جائے گا۔ آپ نے فرمایا: ''جس ذات نے دنیا میں انہیں پیروں پر چلایا، کیا وہ اس پر قادر نہیں کہ قیامت کے روز انہیں منہ کے بل چلادے؟'' (صحیح بخاری، حدیث:۴۷۶۰)

کافروں کو جب اس نہایت اذیت ناک اور نہایت ذلت آمیز صورت میں ہانکا جائے گا تو وہ اندھے، گونگے اور بہرے بھی ہوں گے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَنَحْشُرُهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَلَى وُجُوهِهِمْ عُمْيًا وَبُكْمًا وَصُمًّا مَّأْوَاهُمْ جَهَنَّمُ كُلَّمَا خَبَتْ زِدْنَاهُمْ سَعِيرًا۔

''اور ہم انہیں یوم قیامت چہرے کے بل، اندھے، گونگے اور بہرے اٹھائیں گے، ان کا ٹھکانا جہنم ہوگا۔ جب بھی وہ بجھنے لگے گی تو ہم ان کے لئے اور بھڑکا دیں گے۔''

(سورۃ الاسرائیل:۹۷)

تیسری صورت: کافروں کو اُن کے جھوٹے خداؤں، ساتھیوں اور پیروکاروں کے ہمراہ جہنم کی طرف ڈھکیلا جائے گا ارشاد الٰہی ہے: **احْشُرُوا الَّذِينَ ظَلَمُوا وَأَزْوَاجَهُمْ وَمَا كَانُوا يَعْبُدُونَ۔ مِن دُونِ اللَّهِ فَاهْدُوهُمْ إِلَى صِرَاطِ الْجَحِيمِ۔**

''(اے فرشتوں!) اکٹھا کرو ان لوگوں کو جنہوں نے ظلم کیا اور ان کے جوڑوں کو اور (ان کو) جن کی وہ عبادت کیا کرتے تھے۔ اللہ کے سوا، پھر انہیں دوزخ کی راہ دکھادو۔'' (الصافات:۲۲-۲۳)

آیت میں (ازواجھم) سے مراد اُن کے ہمنوا، ہم چشمہ اور ہم پیالہ وہم نوالہ ہیں۔ میدان محشر میں آدمی انہی افراد کے ہمراہ ہوگا جن سے وہ محبت کرتا تھا۔

چوتھی صورت: کافروں کو جب جہنم کی طرف ڈھکیلا جائے گا تو وہ نہایت مغلوب ومقہور اور بڑے ذلیل وحقیر ہوں گے۔ اُن سے نہایت ذلت آمیز سلوک کیا جائے گا۔ ارشاد الٰہی ہے: **قُل لِّلَّذِينَ كَفَرُوا سَتُغْلَبُونَ وَتُحْشَرُونَ إِلَى جَهَنَّمَ وَبِئْسَ الْمِهَادُ۔**

''(اے نبی) جن لوگوں نے کفر کیا، ان سے کہہ دیجئے: عنقریب تم مغلوب ہوجاؤ گے اور تم جہنم کی طرف اکٹھے کئے (ہانکے) جاؤ گے اور وہ برا ٹھکانا ہے۔'' (آل عمران:۱۲)

پانچویں صورت: کافروں کو جب جہنم کی طرف ہانکا جائے گا تو جہنم کی نہایت خوفناک آوازیں اور چنگھاڑیں اُن کے کانوں سے ٹکرائیں گی۔ یوں اُن کے دل مارے خوف ودہشت کے تھر تھر کانپتے ہوں گے۔ ارشاد ربانی ہے: **إِذَا رَأَتْهُم مِّن مَّكَانٍ بَعِيدٍ سَمِعُوا لَهَا تَغَيُّظًا وَزَفِيرًا۔**

''جب وہ ان (مجرموں) کو دور دراز جگہ سے دیکھے گی تو وہ اس کا غضب ناک ہونا اور چیخنا چلانا سنیں گے۔'' (الفرقان:۱۲)

چھٹی صورت: جب وہ نار جہنم کے قریب پہنچیں گے اور اُس کی ہولناکیاں دیکھیں گے تو نہایت پچھتائیں گے اور تمنا کریں گے کہ کاش! انہیں پھر سے دنیا میں بھیج دیا جاتا تاکہ وہ ایمان لے آئیں اور مسلمان ہوجائیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلَوْ تَرَىٰ إِذْ وُقِفُوا عَلَى النَّارِ فَقَالُوا يَا لَيْتَنَا نُرَدُّ وَلَا نُكَذِّبَ بِآيَاتِ رَبِّنَا وَنَكُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ۔

''اور اگر آپ انہیں اس وقت دیکھیں جب وہ آتش پر کھڑے کئے جائیں گے تو وہ کہیں گے: کاش! ایک بار ہمیں دنیا میں واپس بھیج دیا جائے اور ہم اپنے رب کی آیات کو ہرگز نہ جھٹلائیں گے اور ہم مومنوں میں سے ہوں گے۔'' (الانعام:۲۷)

لیکن نار جہنم سے انہیں کوئی مفر نہیں ملے گا ارشاد الٰہی ہے: **وَرَأَى الْمُجْرِمُونَ النَّارَ فَظَنُّوا أَنَّهُم مُّوَاقِعُوهَا وَلَمْ يَجِدُوا عَنْهَا مَصْرِفًا۔**

''اور مجرم آگ کو دیکھیں گے تو یقین کریں گے کہ بے شک وہ اس میں گرنے والے ہیں اور وہ اس سے پھرنے کی کوئی جگہ نہ پائیں گے۔'' (الکہف:۵۳)

ساتویں صورت: آخرکار کافروں کو نہایت ذلیل ورُسوا کرکے نار جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔ اُن سے کہا جائے گا: **فَادْخُلُوا أَبْوَابَ جَهَنَّمَ خَالِدِينَ فِيهَا فَلَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِينَ۔**

''چنانچہ تم جہنم کے دروازوں میں داخل ہوجاؤ، اس میں ہمیشہ رہو گے۔ سو کیسا برا ٹھکانا ہے تکبر کرنے والوں کا۔'' (النحل:۲۹)

○○○

ظفر اللہ خاں

تکبر انسان کو ذلیل کرتا ہے

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''سات تباہ کرنے والے گناہوں سے بچتے رہو۔''

لوگوں نے عرض کیا: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ کون سے گناہ ہیں؟'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنا، جادو کرنا، کسی جان کا مارنا جسے اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہے (اس کو ناحق مارنا)، سود کھانا، یتیم کا مال کھانا، کافروں سے مقابلے کے وقت بھاگنا، پاک دامن مسلمان بھولی بھالی عورتوں پر تہمت لگانا۔'' (بخاری، عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ)

☆ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر بھی تکبر ہوگا وہ جنت میں نہیں جائے گا۔ اس پر ایک آدمی نے عرض کیا کہ ایک آدمی چاہتا ہے کہ اس کے کپڑے اچھے ہوں اور اس کی جوتی بھی اچھی ہو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ جمیل ہے اور جمال ہی کو پسند کرتا ہے، تکبر تو حق کی طرف سے منہ موڑنے اور دوسرے لوگوں کو کمتر سمجھنے کو کہتے ہیں۔ (صحیح مسلم، رقم:۲۶۶)

☆ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ شخص جنت میں نہ جائے گا جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر غرور ہو۔ وہ شخص دوزخ میں نہ جائے گا جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر ایمان ہو۔ (سنن ابن ماجہ۔ رقم:۴۱۷۳)

☆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ فرماتا ہے: تکبر میری چادر ہے اور بڑائی میرا ازار۔ پھر جو کوئی ان دونوں میں سے کسی کے لئے مجھ سے جھگڑے، میں اس کو جہنم میں ڈالوں گا۔ (سنن ابن ماجہ۔ رقم:۴۱۷۴)

☆ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص تکبر سے اپنے کپڑے کو لٹکائے گا، قیامت کے دن خداوند تعالیٰ اُس پر رحمت کی نظر سے نہ دیکھے گا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: میرے کپڑے کا ایک کونہ خود بخود لٹک جاتا ہے، ہاں اگر میں اس کی نگہداشت رکھوں تو وہ نہ لٹکے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بیشک تم تکبر نہیں کرتے۔ (صحیح بخاری، رقم:۳۵۲۲)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جنت اور دوزخ آپس میں جھگڑا کریں گی۔ دوزخ کہے گی کہ میں متکبر اور ظالم لوگوں کے لئے مخصوص کردی گئی ہوں، اور جنت کہے گی کہ مجھ کو کیا ہوگیا ہے کہ مجھ میں صرف کمزور اور حقیر لوگ داخل ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ تو میری رحمت ہے، میں تیرے ذریعے سے اپنے بندوں میں سے جس کو چاہوں گا رحمت سے نوازوں گا اور جہنم سے فرمائے گا کہ تو عذاب ہے، میں تیرے ذریعے سے جن بندوں کو چاہوں گا عذاب دوں گا۔ (صحیح بخاری، رقم:۴۶۶۸)

☆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تین آدمی ایسے ہیں کہ جن سے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن نہ بات کریں گے اور نہ ہی انہیں پاک وصاف کریں گے، اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔ (۱) بوڑھا زانی۔ (۲) جھوٹا بادشاہ۔ (۳) مفلس تکبر کرنے والا۔ (صحیح مسلم، رقم:۲۹۶)

☆ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن اللہ رب العزت آسمانوں کو لپیٹ لے گا، پھر

انہیں اپنے دائیں ہاتھ میں لے کر فرمائے گا، میں بادشاہ ہوں، زور والے (جابر) بادشاہ کہاں ہیں؟ تکبر والے کہاں ہیں؟ پھر زمینوں کو اپنے بائیں ہاتھ میں لے کر فرمائے گا: میں بادشاہ ہوں، زور والے بادشاہ کہاں ہیں؟ تکبر والے کہاں ہیں؟ (صحیح مسلم، رقم:۷۰۴۱)

☆ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: علامات قیامت یہ ہیں کہ لوگ فخر کریں گے مسجدوں میں (مطلب یہ ہے کہ لوگ تکبر کی نیت سے ایک دوسرے سے بڑھ کر عمدہ عمدہ مساجد تعمیر کریں گے اور ایک دوسرے کی تقلید میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی نیت سے مساجد تعمیر کریں گے اور ان کا مقصد رضائے الٰہی نہ ہوگا۔ (سنن نسائی، رقم:۶۹۳)

☆ حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص تکبر، قرض اور غلول (خیانت) سے بری ہو کر فوت ہو، وہ جنت میں داخل ہوا۔ (جامع ترمذی، رقم:۱۶۳۷)

☆ حضرت زید جشمی رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کتنا برا ہے وہ بندہ جس نے اپنے آپ کو اچھا سمجھا اور تکبر کیا اور بلند و بالا ذات کو بھول گیا۔ جو لہو و لعب میں مشغول ہو کر قبروں اور قبر میں گل سڑ جانے والی ہڈیوں کو بھول گیا، جس نے سرکشی و نافرمانی کی اور اپنی ابتدا اور انتہا کو بھول گیا، جس نے دین کو دنیا کمانے کا ذریعہ بنایا، جس نے خواہشات کو راہ نما بنالیا، جسے اس کی خواہشات گمراہ کر دیتی ہیں، جسے اس کی حرص ذلیل کر دیتی ہے۔ (جامعہ ترمذی، رقم:۲۵۷۹)

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگ اپنے اُن آبا و اجداد پر فخر کرنے سے باز رہیں (جو زمانہ جاہلیت میں مر گئے) وہ جہنم کا کوئلہ ہیں۔ اور جو ایسا کرے گا وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک گوبر کے کیڑے سے بھی زیادہ ذلیل ہو جائے گا۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے تم سے جاہلیت کے تکبر اور آبا و اجداد کے فخر کو دور کر دیا ہے۔ اب لوگ یا تو مومن متقی ہیں یا فاجر بد بخت۔ اور نسب کی حقیقت یہ ہے کہ سب لوگ آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں اور آدم علیہ السلام کو مٹی سے پیدا کیا گیا ہے۔ (جامعہ ترمذی، رقم:۴۱۶۲)

☆ حضرت عیاض بن عمار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو خطبہ دیا تو فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے مجھ کو وحی بھیجی کہ تواضع کرو، یہاں تک کہ کوئی مسلمان دوسرے پر فخر نہ کرے۔ (سنن ابن ماجہ، رقم:۴۱۷۹)

□□□

مجلس تحفظ و نشریات اسلام کی ہندی پستکیں

کتاب کا نام	لیکھک	مولیہ
मन्सबे पैगम्बरी	मौ० सै० अबुल हसन अली हसनी नदवी	100.00
नबियों के किस्से 1,2	"	120.00
नबी–ए–रहमत	"	250.00
दस्तूरे हयात (जीवन का पथ–प्रदर्शक)	"	70.00
सभ्यता और संस्कृति पर इस्लाम की	"	70.00
भारतीय मुसलमान एक दृष्टि में	"	80.00
मदीने की डगर	"	70.00
मानवता का संदेश	"	50.00
मानवता का स्तर	"	50.00
अच्छे–अच्छे नाम अल्लाह के	"	25.00
इस्लाम एक परिचय	"	40.00
इस्लाम क्या है?	मौलाना मनजूर नोमानी	60.00
आदर्श शासक	मौलाना अब्दुस्सलाम क़िदवाई नदवी	35.00
तूफान से साहिल तक	मो० असद	50.00
मुहम्मद सल्लल्लाहु अलैहि वसल्लम	मौलाना सैय्यद मो०. राबे हसनी नदवी	250.00
तोहफ–ए–रमजान	"	40.00
हमारे हुजूर	अमतुल्लाह तसनीम	20.00
इस्लाम और इस्लामी	मौलाना इलियास नदवी भटकली	35.00
सीरत सुलतान टीपू शहीद	"	220.00
	Total	1635.00
	Rate After Disc & Including Postal Charges	1000.00

Ph.: 0522-2741539, A/c : 10863759700, SBI Main Br. Lucknow, IFSC : SBIN0000125

ڈاکٹر محمد نجیب قاسمی سنبھلی

قرآن کریم میں انسانیت کی ہدایت کا پیغام

چند روز قبل "سویڈن" میں قرآن کریم کا نسخہ جلانے کی مذموم کوشش کی گئی۔ گزشتہ سال بھی یورپ کے ہی ایک دوسرے ملک "ناروے" میں اس نوعیت کا واقعہ پیش آیا تھا۔ نہ صرف مسلمان بلکہ عقل سلیم رکھنے والا ہر شخص اس واقعہ کی مذمت کررہا ہے۔ دنیا میں امن وسکون کے ظاہری ٹھیکیدار مغربی ملکوں میں مسلمانوں کی مذہبی کتاب کو نذر آتش کرنے کی مذموم کوشش اسلام اور مسلمانوں کے خلاف نفرت وتعصب کی وجہ سے ہے جو اسلام مخالف طاقتیں اپنے ناپاک منصوبوں کو عملی جامہ پہنانے کے لئے اس نوعیت کے واقعات رونما کراتی ہیں۔ ہم ان واقعات کی مذمت کرتے ہیں اور عالمی برادری سے اپیل کرتے ہیں کہ کسی بھی مذہبی کتاب یا مذہبی رہنما کے خلاف اس نوعیت کے واقعات پر سزا کے لیے سخت قانون بنایا جائے کیونکہ اس طرح کے واقعات سے دنیا میں امن وامان کے بجائے افراتفری، عدم رواداری اور عدم تحمل میں اضافہ ہی ہوگا، جس سے لوگوں میں نفرت اور عداوت پیدا ہوگی۔

ہر مسلمان کو چاہئے کہ وہ ایسے موقع پر قرآن کریم کے متعلق اپنے قول وعمل سے عام لوگوں کو بتائے کہ یہ کلام الٰہی ہے جو صرف اور صرف انسانیت کی رہنمائی کے لئے نازل کی گئی ہے، اس میں دہشت گردی کی نہیں بلکہ امن وسکون کی تعلیم دی گئی ہے۔ قرآن کریم کے اعلان کے مطابق کسی شخص کو مذہب اسلام قبول کرنے پر مجبور نہیں کیا جاتا ہے۔

قرآن کیا ہے؟ قرآن کریم اللہ تعالیٰ کا پاک کلام ہے جو اللہ تعالیٰ نے قیامت تک آنے والے انس وجن کی رہنمائی کے لئے آخری نبی حضور اکرم ﷺ پر وحی کے ذریعہ عربی زبان میں ۲۳ سال کے عرصہ میں نازل فرمایا، قرآن کریم اللہ تعالیٰ کی صفت ہے، مخلوق نہیں اور وہ لوح محفوظ میں ہمیشہ سے ہے۔

قرآن کے نزول کا مقصد؟ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کو قیامت تک آنے والے انسانوں کی ہدایت کے لئے نازل فرمایا ہے مگر اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والے ہی اس کتاب سے فائدہ اٹھاتے ہیں، جیسا کہ فرمان الٰہی ہے: یہ کتاب ایسی ہے کہ اس میں کوئی شک نہیں، یہ ہدایت ہے (اللہ سے) ڈر رکھنے والوں کے لئے۔ (سورۃ البقرۃ آیت ۲)

قرآن کریم کس طرح اور کب نازل ہوا؟ ماہ رمضان کی ایک بابرکت رات لیلۃ القدر میں اللہ تعالیٰ نے لوح محفوظ سے سماء دنیا (زمین سے قریب والا آسمان) پر قرآن کریم نازل فرمایا اور اس کے بعد حسب ضرورت تھوڑا تھوڑا حضور اکرم ﷺ پر نازل ہوتا رہا اور تقریباً ۲۳ سال کے عرصہ میں قرآن کریم مکمل نازل ہوا۔ قرآن کریم کا تدریجی نزول اُس وقت شروع ہوا جب آپ ﷺ کی عمر مبارک چالیس سال تھی۔ قرآن کریم کی سب سے پہلی جو آیتیں غار حرا میں اتریں وہ سورۂ علق کی ابتدائی آیات ہیں۔ ترجمہ: پڑھو اپنے اس پروردگار کے نام سے جس نے پیدا کیا۔ جس نے انسان کو منجمد خون سے پیدا کیا۔ پڑھو، اور تمہارا پروردگار سب سے زیادہ کریم ہے۔ اس پہلی وحی کے نزول کے بعد تین سال تک وحی کے نزول کا سلسلہ بند رہا۔ تین سال کے بعد وہی فرشتہ جو غار حرا میں آیا تھا آپ ﷺ کے پاس آیا اور سورۃ المدثر کی ابتدائی چند آیات آپ ﷺ پر نازل فرمائیں۔ ترجمہ: اے کپڑے میں لپٹنے والے۔ اٹھو اور لوگوں کو خبردار کرو۔ اور اپنے پروردگار کی تکبیر کہو۔ اور اپنے کپڑوں کو پاک رکھو۔ اور گندگی سے کنارہ کرلو۔ اس کے بعد حضور اکرم ﷺ کی وفات تک وحی کے نزول کا تدریجی سلسلہ جاری رہا۔ غرض تقریباً ۲۳ سال کے عرصہ میں قرآن کریم مکمل نازل ہوا۔

قرآن کریم کس طرح ہمارے پاس پہنچا؟ قرآن کریم ایک ہی دفعہ میں نازل نہیں ہوا بلکہ ضرورت اور حالات کے اعتبار سے مختلف آیات نازل ہوتی رہیں۔ قرآن کریم کی حفاظت کے لئے سب سے پہلے حفظ قرآن پر زور دیا گیا، چنانچہ خود حضور اکرم ﷺ الفاظ کو اسی وقت دہرانے لگتے تھے تاکہ وہ اچھی طرح یاد ہو جائیں۔ اس پر اللہ تعالیٰ کی جانب سے وحی نازل ہوئی کہ عین نزول وحی کے وقت جلدی جلدی الفاظ دہرانے کی ضرورت نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ خود آپ میں ایسا حافظہ پیدا فرمادے گا کہ ایک مرتبہ نزول وحی کے بعد آپ اسے بھول نہیں سکیں گے۔ اس طرح حضور اکرم ﷺ پہلے حافظ قرآن ہیں۔ پھر آپ ﷺ صحابۂ کرام کو قرآن کے معانی کی تعلیم ہی نہیں دیتے تھے بلکہ انہیں اس کے الفاظ بھی یاد کراتے تھے۔ خود صحابۂ کرام کو قرآن کریم یاد کرنے کا اتنا شوق تھا کہ ہر شخص ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی فکر میں رہتا تھا۔ چنانچہ ہمیشہ صحابۂ کرام میں ایک اچھی خاصی جماعت ایسی رہتی جو نازل شدہ قرآن کی آیات کو یاد کر لیتی اور راتوں کو نماز میں اسے دہراتی تھی۔ غرضیکہ قرآن کی حفاظت کے لئے سب سے پہلے حفظ قرآن پر زور دیا گیا اور اُس وقت کے لحاظ سے یہی طریقہ زیادہ محفوظ اور قابل اعتماد تھا۔ قرآن کریم کی حفاظت کے لئے حضور اکرم ﷺ نے قرآن کریم کو لکھوانے کا بھی خاص اہتمام فرمایا چنانچہ نزول وحی کے بعد آپ کاتبین وحی کو لکھوادیا کرتے تھے۔ حضور اکرم ﷺ کا معمول یہ تھا کہ جب قرآن کریم کا کوئی حصہ نازل ہوتا تو آپ کاتب وحی کو یہ ہدایت بھی فرماتے تھے کہ اسے فلاں سورۃ میں فلاں فلاں آیات کے بعد لکھا جائے۔ اس زمانہ میں کاغذ دستیاب نہیں تھا اس لئے یہ قرآنی آیات زیادہ تر پتھر کی سلوں، چمڑے کے پارچوں، کھجور کی شاخوں، بانس کے ٹکڑوں، درخت کے پتوں اور جانور کی ہڈیوں پر لکھی جاتی تھیں۔ کاتبین وحی میں حضرت زید بن ثابت، خلفاء راشدین، حضرت ابی بن کعب، حضرت زبیر بن عوام اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہم کے نام خاص طور پر ذکر کئے جاتے ہیں۔

حضور اکرم ﷺ کے زمانے میں جتنے قرآن کریم کے نسخے لکھے گئے تھے وہ عموماً متفرق اشیاء پر لکھے ہوئے تھے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں جب جنگ یمامہ کے دوران حفاظ قرآن کی ایک بڑی جماعت شہید ہوگئی تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو قرآن کریم ایک جگہ جمع کروانے کا مشورہ دیا۔ حضرت ابوبکر صدیق ابتداء میں اس کام کے لئے تیار نہیں تھے لیکن شرح صدر کے بعد وہ بھی اس عظیم کام کے لئے تیار ہوگئے اور کاتب وحی حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو اس اہم و عظیم عمل کا ذمہ دار بنایا۔ اس طرح قرآن کریم کو ایک جگہ جمع کرنے کا اہم کام شروع ہوگیا۔ حضرت زید بن ثابت خود کاتب وحی ہونے کے ساتھ پورے قرآن کریم کے حافظ تھے۔ وہ اپنی یادداشت سے بھی پورا قرآن لکھ سکتے تھے، اُن کے علاوہ اُس وقت سینکڑوں حفاظ قرآن موجود تھے، مگر انہوں نے احتیاط کے پیش نظر صرف ایک طریقہ پر بس نہیں کیا بلکہ ان تمام ذرائع سے بیک وقت کام لے کر اُس وقت تک کوئی آیت اپنے صحیفے میں درج نہیں کی جب تک اس کے متواتر ہونے کی تحریری اور زبانی شہادتیں نہیں مل گئیں۔ اس کے علاوہ حضور اکرم ﷺ نے قرآن کی جو آیات اپنی نگرانی میں لکھوائی تھیں، وہ مختلف صحابۂ کرام کے پاس محفوظ تھیں، حضرت زید بن ثابت نے انہیں یکجا فرمایا تاکہ نیا نسخہ ان ہی سے نقل کیا جائے۔ اس طرح خلیفہ اوّل حضرت ابوبکر صدیق کے عہد خلافت میں قرآن کریم ایک جگہ جمع کر دیا گیا۔

جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے تو اسلام عرب سے نکل کر دور دراز عجمی علاقوں تک پھیل گیا تھا۔ ہر نئے علاقہ کے لوگ ان صحابہ و تابعین سے قرآن سیکھتے جن کی بدولت انہیں اسلام کی نعمت حاصل ہوئی تھی۔ صحابۂ کرام نے قرآن کریم حضور اکرم ﷺ سے مختلف قرأتوں کے مطابق سیکھا تھا۔ اس لئے ہر صحابی نے اپنے شاگردوں کو اسی قراءت کے مطابق قرآن پڑھایا جس کے مطابق خود انہوں نے حضور اکرم ﷺ سے پڑھا تھا۔ اس طرح قرأتوں کا یہ اختلاف دور دراز ممالک تک پہنچ گیا۔ لوگوں نے اپنی قراءت کو حق اور دوسری قرأتوں کو غلط سمجھنا شروع

کردیا حالانکہ اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے اجازت ہے کہ مختلف قرأتوں میں قرآن کریم پڑھا جائے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس پیغام بھیجا کہ اُن کے پاس (حضرت ابوبکر صدیق کے تیار کرائے ہوئے) جو صحیفے موجود ہیں، وہ ہمارے پاس بھیج دیں۔ چنانچہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی سرپرستی میں ایک کمیٹی تشکیل دے کر ان کو مکلف کیا گیا کہ وہ حضرت ابوبکر صدیق کے صحیفہ سے نقل کر کے قرآن کریم کے چند ایسے نسخے تیار کریں جن میں سورتیں بھی مرتب ہوں۔ چنانچہ قرآن کریم کے چند نسخے تیار ہوئے اور ان کو مختلف جگہوں پر ارسال کردیا گیا تاکہ اسی کے مطابق نسخے تیار کر کے تقسیم کردئے جائیں۔ اس طرح امت مسلمہ میں اختلاف باقی نہ رہا اور پوری امت مسلمہ اسی نسخہ کے مطابق قرآن کریم پڑھنے لگی۔ بعد میں لوگوں کی سہولت کے لئے قرآن کریم پر نقطے وحرکات (یعنی زبر، زیر اور پیش) بھی لگائے گئے، نیز بچوں کو پڑھانے کی سہولت کے مدنظر قرآن کریم کو تیس پاروں میں تقسیم کیا گیا۔ نماز میں تلاوت قرآن کی سہولت کے لئے رکوع کی ترتیب بھی رکھی گئی۔

قرآن کریم میں کیا ہے؟: علماء کرام نے قرآن کریم کے مضامین کی مختلف قسمیں ذکر فرمائی ہیں، تفصیلات سے قطع نظر ان مضامین کی بنیادی تقسیم اس طرح ہے: ۱) عقائد۔ ۲) احکام۔ ۳) قصص۔۔۔ قرآن کریم میں عمومی طور پر صرف اصول ذکر کئے گئے ہیں لہٰذا عقائد واحکام کی تفصیل احادیث نبویہ میں ہی ملتی ہے، یعنی قرآن کریم کے مضامین کو ہم احادیث نبویہ کے بغیر نہیں سمجھ سکتے ہیں۔ ۱) عقائد: توحید، رسالت، آخرت وغیرہ کے مضامین اسی کے تحت آتے ہیں۔ عقائد پر قرآن کریم نے بہت زور دیا ہے اور ان بنیادی عقائد کو مختلف الفاظ سے بار بار ذکر فرمایا ہے۔ ان کے علاوہ فرشتوں پر ایمان، آسمانی کتابوں پر ایمان، تقدیر پر ایمان، جزاوسزا، جنت ودوزخ، عذاب قبر، ثواب قبر، قیامت کی تفصیلات وغیرہ بھی مختلف عقیدوں پر قرآن کریم میں روشنی ڈالی گئی ہے۔ ۲) احکام: اس کے تحت مندرجہ ذیل احکام اور ان سے متعلق مسائل آتے ہیں۔ عبادتی احکام: نماز، روزہ، زکاۃ اور حج وغیرہ کے احکام ومسائل۔ قرآن کریم میں سب زیادہ تاکید نماز پڑھنے کے متعلق وارد ہوئی ہے۔ قرآن کریم میں نماز کی ادائیگی کے حکم کے ساتھ ہی عموماً زکاۃ کی ادائیگی کا حکم بھی وارد ہوا ہے۔ معاشرتی احکام: مثلاً حقوق العباد کی تفصیلات۔ معاشی احکام: خرید وفروخت، حلال اور حرام اور مال کمانے اور خرچ کرنے کے مسائل۔ اخلاقی وسماجی احکام: انفرادی اور اجتماعی زندگی سے متعلق احکام ومسائل۔ سیاسی احکام: حکومت اور رعایا کے حقوق سے متعلق احکام ومسائل۔ عدالتی احکام: حدود وتعزیرات کے احکام ومسائل۔ ۳) قصص: گزشتہ انبیاء کرام اور ان کی امتوں کے واقعات کی تفصیلات۔

قرآن کریم کا ہمارے اوپر کیا حق ہے؟: ۱) تلاوت قرآن: اللہ کے کلام کو پابندی سے پڑھیں۔ ۲) حفظِ قرآن: اللہ کے کلام کی کم از کم چند سورتیں زبانی یاد کریں۔ ۳) قرآن فہمی: علماء کرام کی صحبت میں رہ کر قرآن کریم کو سمجھنے کی کوشش کریں۔ ۴) العمل بالقرآن: یہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی ہدایت کی تطبیق ہے اور اسی میں بنی نوع انسانی کی دنیاوی واخروی سعادت مضمر ہے، اور نزول قرآن کی غایت ہے۔ اگر ہم قرآن کریم کے احکام پر عمل پیرا نہیں ہیں تو گویا ہم قرآن کریم کے نزول کا سب سے اہم مقصد ہی فوت کر رہے ہیں۔ لہٰذا جن امور کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے ان کو بجالائیں اور جن چیزوں سے منع کیا ہے ان سے رک جائیں۔ ۵) قرآنی پیغام کو دوسروں تک پہنچانا: امت مسلمہ پر یہ ذمہ داری عائد کی گئی کہ اپنی ذات سے قرآن وحدیث پر عمل کر کے اس بات کی کوشش وفکر کی جائے کہ ہمارے بچے، خاندان والے، محلہ والے، شہر والے بلکہ انسانیت کا ہر ہر فرد اللہ کو معبود حقیقی مان کر قرآن وحدیث کے مطابق زندگی گزارنے والا بن جائے۔

اگر ہم حقیقی معنوں میں دونوں جہاں میں کامیابی حاصل کرنا چاہتے ہیں تو ہمیں قرآن وحدیث کی طرف لوٹ کر آنا ہوگا، ہمیں قرآن کریم سے اپنا رشتہ جوڑنا ہوگا، جو تلاوت، حفظ، تدبر اور عمل بالقرآن سے ہی ممکن ہے۔

○○○

مفتی راشد حسین ندوی

سوال و جواب

س : وہ کون سی چیزیں ہیں جن کے پیش آنے سے غسل ضروری ہوجاتا ہے؟

ج : چار چیزوں سے غسل واجب ہوجاتا ہے۔(۱) جب جنابت پیش آجائے یعنی سوتے میں احتلام ہوجائے، یا جاگتے میں کسی سبب سے شہوت کے ساتھ خروج منی ہوجائے۔(۲) جب شرمگاہیں مل جائیں، خواہ منی کا خروج ہوا ہو یا نہ ہوا ہو۔ (۳) جب عورت کا حیض بند ہوجائے۔ (۴) جب نفاس کا خون آنا بند ہوجائے، جو بچہ کی ولادت کے بعد عورت کو آتا ہے۔

(شامی:۱/۱۱۹تا۱۲۲)

س : غسل کا مسنون طریقہ کیا ہے؟

ج : احادیث میں ذکر کیا گیا ہے کہ غسل کرتے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پہلے اپنے دونوں ہاتھوں کو دھوتے تھے، پھر شرمگاہ دھوتے تھے۔ (فقہاء نے ذکر کیا ہے کہ بدن پر اگر کوئی ظاہری نجاست لگی ہو تو وہ بھی اسی حکم میں ہے) پھر مٹی سے مل کر ہاتھوں کو دھوتے تھے۔ (یہ کام آج کل صابن سے بھی لیا جاسکتا ہے، پھر کلی کرتے تھے، ناک میں پانی ڈالتے تھے اور پورا وضو کرتے تھے، بعض احادیث میں ہے کہ صرف پاؤں بعد میں دھوتے تھے، فقہاء نے اس کو اس پر محمول کیا ہے کہ ایسا اس وقت کرتے تھے جب غسل کی پانی جمع ہوتا رہا ہو، اور پانی جمع نہیں ہوتا تھا تو پورا وضوء کرلیا کرتے تھے۔ پھر اکثر احادیث میں ذکر ہے کہ غسل کی ابتداء سر پر پانی ڈال کر کرتے تھے، پھر پورے بدن پر پانی ڈالتے تھے، بعض احادیث میں پہلے داہنے پھر بائیں کندھے پر پانی ڈالنے کے بعد سر پر ڈالنے کا ذکر ہے۔ بدن کو ملنا اور اس کو اچھی طرح صاف کرنے کی کوشش کرنا بھی مسنون ہے۔

(بخاری ابوداؤد وغیرہ نیز شامی:۱/۱۱۷)

س : غسل کرتے وقت غرارہ کرنا روزہ دار کے علاوہ کے لئے کیا فرض ہے؟

ج : وضوء کے وقت کلی کرنا یعنی منہ میں پانی ڈالنا سنت ہے غسل میں منہ میں پانی ڈالنا فرض ہے۔ رہا غرارہ کرکے کلی کرنے میں غرارہ کرنا تو یہ غسل میں بھی فرض نہیں ہے۔ البتہ روزہ دار کے علاوہ کے لئے سنت یا مستحب ہے۔ روزہ دار کے لئے غرارہ ممنوع ہے، اس لئے کہ اس میں اندیشہ ہے کہ کہیں حلق سے نیچے پانی اتر نہ جائے اور اس کا روزہ فاسد ہوجائے۔

(شامی:۱/۸۶)

س : وضوء کرنے کے بعد شہادتیں پڑھنا اور **اللھم اجعلنی** والی دعا پڑھنا تو خیر احادیث میں مذکور ہے۔ یہ بتائیں کہ شہادتیں پڑھتے وقت کلمہ والی انگلی کا آسمان کی طرف اٹھانا اور آسمان کی طرف نگاہ کرنے کا ثبوت بھی کہیں سے ہے؟

ج : شہادتیں کے وقت آسمان کی طرف نگاہ کرنے کا ذکر سنن ابوداؤد اور مسند احمد کی بعض روایات میں موجود ہے شہادت کی انگلی آسمان کی طرف اٹھانے کا ذکر احادیث میں نہیں مل سکا۔ البتہ بعض فقہی کتابوں میں اس کا ذکر ہے۔ اس لئے اس کو مسنون نہیں کہا جائے گا لیکن کوئی کرے تو اس کو روکنا بھی نہیں چاہئے۔ (شامی:۱/۹۵)

س : کیا وضوء کرنے کے بعد افضل یہ ہے کہ پانی کو تولیہ یا رومال سے خشک نہ کیا جائے؟

ج : ترمذی کی روایت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پانی خشک کرنے کا ثبوت موجود ہے۔ جب کہ بعض روایات میں یہ بھی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی خشک نہیں کیا، لہٰذا موسم کے مطابق دونوں صورتیں اختیار کی جاسکتی ہیں۔ اس میں شریعت کی طرف سے کوئی پابندی نہیں ہے۔ (شامی:۱/۹۷)

○○

آخری صفحہ

مولانا محمد قمر الزماں ندوی
استاد مدرسہ نور الاسلام کنڈہ پرتاپگڑھ

ہم نے اس بیش قیمت تعلیم کو فراموش کر دیا ہے

شادی کی ایک تقریب میں ایک صاحب اپنے جاننے والے آدمی کے پاس جاتے ہیں اور پوچھتے ہیں۔ کیا آپ نے مجھے پہچانا؟

انہوں نے غور سے دیکھا اور کہا "ہاں آپ میرے پرائمری اسکول کے شاگرد ہو۔ کیا کر رہے ہو آج کل؟"

شاگرد نے جواب دیا کہ "میں بھی آپ کی طرح اسکول ٹیچر ہوں۔ اور ٹیچر بننے کی یہ خواہش مجھ میں آپ ہی کی وجہ سے پیدا ہوئی۔"

استاد نے پوچھا وہ کیسے؟

شاگرد نے جواب دیا، "آپ کو یاد ہے کہ ایک بار کلاس کے ایک لڑکے کی بہت خوبصورت گھڑی چوری ہوگئی تھی اور وہ گھڑی میں نے چرائی تھی۔ آپ نے پوری کلاس کو کہا تھا کہ جس نے بھی گھڑی چرائی ہے واپس کر دے۔ میں گھڑی واپس کرنا چاہتا تھا لیکن شرمندگی سے بچنے کے لئے یہ جرات اور ہمت نہ کر سکا۔

آپ نے پوری کلاس کو دیوار کی طرف منہ کر کے، آنکھیں بند کر کے کھڑے ہونے کا حکم دیا اور سب کی جیبوں کی تلاشی لی اور میری جیب سے گھڑی نکال کر بھی میرا نام لئے بغیر وہ گھڑی اس کے مالک کو دے دی اور مجھے کبھی اس عمل پر شرمندہ نہ کیا۔ میں نے اسی دن سے استاد بننے کا تہیہ کر لیا تھا۔

استاد نے کہا کہ "کہانی کچھ یوں ہے کہ تلاشی کے دوران میں نے بھی اپنی آنکھیں بند کر کے تلاشی لی تھی اور مجھے بھی آج ہی پتہ چلا ہے کہ وہ گھڑی آپ نے چرائی تھی۔"

حدیث شریف میں آتا ہے کہ جو کوئی مسلمان کی پردہ پوشی کرے گا اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اس کی پردہ پوشی فرمائے گا۔

مطلب یہ کہ ایک مسلمان کو اپنی بھائی پر لگائے گئے الزامات کو دور کرنے کی پوری کوشش کرنی چاہیے تاکہ کسی مسلمان کی آبروریزی نہ ہو سکے۔ یہ عمل یعنی عیب پوشی اللہ تعالیٰ کو اتنا پسند ہے کہ وہ اس کے صلہ میں اسے آتش جہنم، سے بچائے گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس وقت اس حدیث کو بیان فرمایا، اس وقت قرآن مجید کی یہ آیت۔ **وکان حقا علینا نصر المومنین**۔ تلاوت فرمائی۔ اہل ایمان کی نصرت اور مدد ہم پر واجب ہے یہ ہم پر ایک حق ہے۔ سوچنے کی بات ہے کہ خدا تو مومنین کا حامی اور ناصر ہو اور ہم اہل ایمان کی آبروریزی اور ان کی پردہ دری کے درپے ہوں۔ آج ہم اس بیش قیمت تعلیم کو فراموش کئے ہوئے ہیں۔

اسلام میں رازداری اور عیب پوشی کی بڑی اہمیت ہے، اسلام کسی کی پردہ دری کو ہرگز روا نہیں رکھتا۔ اس کا حکم پردہ دری کا نہیں بلکہ عیب پوشی کا ہے۔ اسلام اس کو ہرگز پسند نہیں کرتا کہ لوگوں سے ان کی عزت و آبرو چھین لی جائے۔ اس کے برعکس اسلام کی تعلیمات میں یہ ہے کہ بے آبرو اور ذلیل قسم کے آدمی کو بھی عزت دی جائے اور آبرو بخشی جائے، اسلام یوں تو کسی کی بھی رسوائی کو پسند نہیں کرتا۔ لیکن اہل ایمان کے معاملہ میں تو وہ مسلمانوں کو حد درجہ متنبہ کرتا ہے کہ وہ اپنے بھائی مسلمانوں کی عیب پوشی کریں اور انہیں حتیٰ الامکان بے آبرو ہونے سے بچائیں۔ ایک مسلمان کا فرض یہ ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کی آبرو اور اس کی عزت کے محافظ بنیں خواہ وہ اس کا قریبی ہو یا اس کا دور کا ساتھی اور متعلق یا غیر متعلق، بہر صورت انہیں اپنے بھائی کی خیر خواہی سے تغافل نہیں کرنا چاہیے۔

کیا ہم ایسے معلم اور استاد اور داعی و مبلغ بن سکتے ہیں، کیا ہم اس کے لیے کوشش کرتے ہیں جو اپنے اعمال سے سامنے والے کو کامیاب استاد، معلم، مربی اور داعی بننے کی ترغیب دے سکیں کہ سامنے والا کبھی شرمندہ نہ اور اس کی کمی پر کسی کی نظر نہ پڑے تسلے اور حکمت کے ساتھ اس کی اصلاح بھی ہو جائے۔ شاید اس کا جواب نفی ہی میں ملے۔

امت کا سب سے کریم اور انتہائی معزز طبقہ، جنہیں خواص امت کا درجہ حاصل ہے، یعنی علماء وہ بھی اس میں کسی سے پیچھے نہیں ہیں، بلکہ عوام الناس سے دو قدم آگے نظر آرہے ہیں یقین نہ ہو تو سوشل میڈیا پر آنے والی تحریروں کا ذرا جائزہ لے لیجئے، سب کچھ سامنے آجائے گا۔۔ خدا اس لعنت اور برائی سے ہم سب کی حفاظت فرمائے آمین۔